مسلسل اشاعت کے 57 سال

ماہنامہ الحق

دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کا علمی و دینی مجلہ

685

ربیع الاول ۱۴۴۴

اکتوبر ۲۰۲۲

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلیٰ سَیِّدِنَا مُحَمَّدِنِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَ عَلیٰ اٰلِهٖ وَسَلِّم تَسلِیمًا

جلد نمبر.............. 58

شمارہ نمبر............ 01

ربیع الاول والثانی ۱۴۴۴ھ

اکتوبر........... ۲۰۲۲ء

اے بی سی آڈٹ بیوروسرکولیشن کی مصدقہ اشاعت

ماہنامہ الحق اکوڑہ خٹک

بانی	باہتمام	نگران	مدیراعلیٰ
حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ	حضرت مولانا انوارالحق صاحب	مولانا حامدالحق حقانی	حافظ راشدالحق سمیع حقانی

نائب مدیران: مولانا حبیب اللہ حقانی، مولانا محمد اسلام حقانی

منتظمین: مولانا محمد فہد، بابر حنیف

فہرست مضامین

- نقش آغاز: والد ماجد حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی تفسیر "تفسیر لاہوریؒ" کی اشاعت ۲
- مولانا شہیدؒ کی شہادت کو چار برس گزرنے کے بعد بھی قاتلوں کی عدم گرفتاری؟......مولانا راشدالحق ۶
- فقہی و علمی مسائل اوران کے جوابات ....افادات: حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ ۱۴
- اخلاق نبویؐ کا اسوۂ حسنہ ....حضرت مولانا انوار الحق صاحب ۲۰
- نکاح میں کفو کی رعایت ....حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی ۲۵
- بزرگانِ دارالعلوم دیوبند..........حضرت مولانا محمد منظور نعمانیؒ ۲۷
- جود و سخا کے پیکر: حضرت عثمان غنیؓ..........مولانا راحت علی صدیقی قاسمی ۳۳
- مولانا عتیق الرحمٰن سنبھلیؒ: مختصر سوانحی خاکہ .... جناب محمد اویس سنبھلی ۳۶
- اسلامی نظامِ تعلیم سے متعلق چند سوالات ....جناب سید حسان میاں ۴۳
- سفرنامہ سینگال و گیمبیا مغربی افریقہ..........مولانا سید حبیب اللہ شاہ حقانی ۴۶
- افکار و تاثرات (حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ کا مجاہدانہ کردار)..........ادارہ ۵۲
- دارالعلوم کے شب و روز .... صاحبزادہ عبدالحق ثانی ۵۳
- تعارف و تبصرہ کتب..........مولانا محمد اسلام حقانی ۵۹

ماہنامہ "الحق" دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ (خیبرپختونخوا) پاکستان۔ فون نمبر: 630435-923 92+ فیکس 630922 923 92+

ای میل: -------- Email: editor_alhaq@yahoo.com موبائل نمبر: 03159898998 0333-9167789

ویب سائٹ: -------- www.jamiahaqqania.edu.pk فیس بک ایڈریس: facebook\Alhaq Akora Khattak

سالانہ بدل اشتراک اندرون ملک فی پرچہ -/50 روپے۔ سالانہ -/500 روپے۔ بیرون ملک $ 40 امریکی ڈالر

پبلشر: مولانا راشد الحق سمیع، جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک، منظور عام پریس پشاور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

والد ماجد حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی مرتب کردہ ''تفسیر لاہوریؒ'' کی اشاعت

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ کی شہرہ آفاق پہلی مکمل ''تفسیر لاہوری'' کی اشاعت وطباعت حضرت والد شہیدؒ کی زندگی کی سب سے بڑی دیرینہ آرزو اور تمنائے بیتاب تھی جس کی ضبط و تالیف اور ترتیب میں آپ ہمہ وقت مستغرق رہتے۔ یہ دراصل آپ کے ۱۹۵۸ء کے زمانہ طالب علمی کے درسی وتفسیری نوٹس تھے جو آپ نے تقریباً ساٹھ برس تک اپنے پاس محفوظ رکھے تھے، عرصہ دراز سے حضرت والد صاحب شہیدؒ اور راقم سمیت کئی علمی شخصیات کی یہ تمنا تھی کہ تفسیر لاہوریؒ (افادات امام لاہوریؒ) کی اشاعت ہونی چاہیے تاکہ علمی وعوامی حلقے بھی اس عظیم علمی وتفسیری ذخیرے سے مستفیض اور مستفید ہوسکیں لہٰذا آٹھ سال قبل آپ نے اس کی تدوین وترتیب کا کام بڑے اہتمام سے شروع کیا اور یوں اس عظیم کاوش کو باقاعدہ مرتب و مدون کرنے کا دیرینہ داعیہ روبعمل ہوگیا تھا اور آپ نے سیاسی، سماجی اور دارالعلوم کے اہتمام کی بے پناہ مصروفیات، درس وتدریس، ضعف و بیماری اور پیرانہ سالی واسفار کے باوجود دن رات قرآن کریم کی تفسیری خدمت کا سلسلہ جاری رکھا اور تندہی سے اس پر کام کرتے اور کرواتے رہے، اس دوران آپ کو دل کا عارضہ بھی لاحق ہوا اور آپریشن کا خطرناک مرحلہ بھی پیش آیا لیکن اس کے باوجود آپؒ تفسیر کا کام ہسپتال میں بھی جاری رکھے ہوئے تھے اور آپریشن کے بعد ہسپتال میں ہوش وحواس بحال ہوتے ہی نئی زندگی کا عملی آغاز تفسیر کے کام سے کیا اور تفسیر کے مسودات منگوا کر فرمایا کہ ''اِس کی تکمیل کی خاطر اپنے پروردگار سے زندگی کی دعائیں، فرصت کے لمحات، صحت اور اس دیرینہ علمی ودینی کام کی تکمیل کی ''نذر'' مَیں نے آپریشن سے قبل مانی ہے۔'' اسی طرح ایک موقع پر آپ نے حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی مدظلہ سے اِس تفسیر کے متعلق یوں فرمایا کہ ''اب تو صرف تمنا ''تفسیر لاہوریؒ'' کی تکمیل ہی ہے کہ جاتے جاتے قرآن کی خدمت کا کچھ حق بھی ادا ہوجائے، شیخ الہندؒ نے ترجمہ قرآن کے مقدمہ میں ایک شعر لکھا ہے اب میرا بھی یہی شعر وظیفہ ہے ؎

روزِ قیامت ہر کسے در دست گیرد نامہ اے   من نیز حاضر می شوم ''تفسیر قرآں'' در بغل

مگر ہائے افسوس! کہ حضرت والد صاحب شہیدؒ کی یہ دیرینہ تمنا ان کی زندگی میں پوری نہ ہوسکی اور مشیت الٰہی کو کچھ اور ہی منظور تھا، دو نومبر ۲۰۱۸ء کو سفاک ''نامعلوم'' قاتلوں نے انہیں شہید کردیا اور زیست نے مزید وفاداری نہیں نبھائی، آپ سے تقریباً سوا تین پاروں کا کام باقی رہ گیا تھا (گوکہ حضرت والد صاحب شہیدؒ نے اپنے قلم سے ۱۹۵۸ء میں یہ تمام اَمالی تفسیر محفوظ کرلی تھی اور ان پر حواشی کا کام بھی اپنی حیات ہی میں مکمل کر چکے تھے، صرف کمپیوٹر کی کمپوزنگ (کتابت)، عنوانات کا انتخاب اور تصحیح وغیرہ رہ گئی تھی جو بعد میں الحمدللہ ہماری ٹیم نے مکمل کیا) تفسیر کا اکثر کام اپنے ہاتھ سے مکمل فرما چکے تھے لیکن کاتبِ تقدیر کے لکھے اور جرسِ اجل کے بلاوے کے باعث تشنۂ تکمیل اور ادھورے چھوڑ کر خلدِ بریں کی جانب روانہ ہوگئے اور پروردگار عالم کے پاس مسودات ''تفسیر لاہوری'' کا ادھورا ذخیرہ، شوق شہادت کی آرزو میں اپنے ہمراہ لے گئے حالانکہ علمی حلقے اور ہم سب اس کے مشتاق اور چشم براہ تھے ؂

زمانہ بڑے شوق سے سن رہا تھا   تمہی سو گئے داستاں کہتے کہتے

پھر خداوند کریم کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ جس نے مجھ جیسے کمزور، ناتواں اور کوتاہ ہمت طالب علم کو اتنی ہمت اور حوصلہ عطا فرمایا کہ حضرت والد صاحب شہید ناموس رسالتؐ وشہید جہاد افغانستان حضرت مولانا سمیع الحقؒ کی شہرہ آفاق ''تفسیر لاہوری'' کی تکمیل وترتیب کو سورۃ الناس تک پہنچانے کی خدمت وتوفیق بخشی گوکہ حضرت والد شہیدؒ کی شہادت کے حادثہ وجدائی نے کمر وحوصلہ دونوں کو توڑ دیا تھا، قویٰ واعضاء مفلوج ہوگئے تھے اور عقل وخرد پر غم کے پردے پڑ گئے تھے لیکن پھر بھی اُنہی دنوں میں ''موتمر المصنفین والحق'' کی ٹیم کو اکٹھا کیا اور اِنہیں تاکید کی کہ حضرت شہیدؒ کی اس آخری خواہش کو ہر حالت میں بغیر رُکے اب پایہ تکمیل تک جلد سے جلد پہنچانا ہے، چاہے حالات جس نہج پر بھی چلے جائیں لیکن تفسیر کی تکمیل وترتیب ہر حال میں جاری وساری رہنی چاہیے، الحمدللہ اس بہادر محنتی فضلاء کی ٹیم نے دن رات ایک کرکے تفسیر کا عظیم کام مکمل کرلیا اور سال ۲۰۱۹ء رمضان المبارک میں (جو قرآن کا مہینہ ہے) اس کی مناسبت اور اختتام وبرکت کیلئے صرف سورہ الناس کی تفسیر کا کام ۲۷ویں شب کو مقبرہ حقانیہ میں حضرت والد صاحبؒ کے مزار پر دارالعلوم کے شیخ الحدیث حضرت مولانا مغفور اللہ صاحب مدظلہ ودیگر مشائخ، مدرسین اور خاندان کے افراد کے ہمراہ مکمل کرلیا، ان راتوں کا انتخاب اس لئے بھی کیا گیا تھا کہ ان میں لیلۃ القدر کا احتمال زیادہ ہوتا ہے اور حرمین شریفین میں ختم قرآن بھی

انہی راتوں میں ہوتا ہے اور اس کے بعد نظرثانی ،کچھ مفید اضافے اور نئے عنوانات کے انتخاب اورخصوصاً اشاعت جیسے مشکل مراحل کی ذمہ داری مجھ جیسے ناکارہ ،کوتاہ ہمت طالب علم کے کمزور کاندھوں پر ڈالی گئی ،راقم کی بھرپور کوشش رہی کہ حضرت والد صاحب شہیدؒ کی زندگی کی سب سے بڑی اور آخری تمنا اوران کے بہت بڑے علمی کام کو اکھٹا کرکے اشاعت کی کٹھن منزل کو کامیابی سے سرکرلوں تو یہ میرے لئے زندگی کا سب سے بڑا مقصد وسرمایہ آخرت ہوگا اور روایتی ''صاحبزادگی و نااہلی کے طعنوں'' سے بھی اپنا دامن بچ جائے گا۔

تفسیر کی اشاعت میں تاخیر درتاخیر کئی وجوہات سے ہوتی گئی،ان میں ایک بڑی وجہ گیارہویں پارے سے تیسویں پارے تک کی تفسیری نہج کی تبدیلی تھی دراصل پہلے دس پاروں کی نہج ، ترتیب اورتفسیر اجمالی نوعیت کی تھی بعد میں حضرت والد صاحبؒ نے نظرثانی فرمائی تھی اور آپ نے بیس پاروں کو قدرے تفصیل اورمختلف نہج وترتیب سے مرتب کرنا شروع کردیا،اس موقع پرآپ نے فرمایا تھا کہ ''جب یہ بیس پارے مکمل ہوجائیں تو پھر پہلے کے دس پاروں کی ترتیب نہج وغیرہ بھی ازسرنو اسی طرز پرترتیب دوں گا'' لہٰذا سورہ نجم ستائیسویں پارے سے نئے عنوانات ،مجلسی و درسی افادات وتوضیحات لکھنا اور تمام تفسیر کو ایک ہی نہج میں لانا ایک بہت بڑا معرکہ بن گیا تھا جس کو ہم جیسے کمزور و ناتجربہ کار لوگوں کے لئے سرکرنا ایک بڑا تجربہ اور دشوار گزار مرحلہ تھا لیکن برادرم مولانا فہد حقانی (جن کو اللہ تعالیٰ نے جوانی میں بہت اعلیٰ علمی وتحقیقی صلاحیتوں سے مالا مال فرمایا ہے،وہ اس حوالے بڑے خوش قسمت ہیں کہ ہزاروں فضلائے حقانیہ میں سے اللہ تعالیٰ نے انہیں اس عظیم کام میں شامل ہونے کے لئے حضرت والد صاحبؒ جیسی بڑی علمی شخصیت کے ساتھ کام کرنے کے لئے منتخب فرمایا) نے بھی بڑی استقامت وقابلیت کے ساتھ کام جاری رکھا اور میرے ساتھ اس کام کو سرکرنے کیلئے آخرتک پرعزم رہے، میں یہاں پر حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی مدظلہ ،مولانا اسرار مدنی ،مولانا مفتی ذاکرحسن ،مولانا محمد اسلام حقانی ،مولانا سید حبیب اللہ شاہ حقانی ،مولانا اسد اللہ حقانی ،مولانا مفتی محمد شکیل صاحبان کا بھی شکر گزار ہوں جنہوں نے اس عظیم کام میں ہمارا بہت ساتھ دیا،اس کے ساتھ ساتھ میں اپنے ماہنامہ ''الحق'' کے بہت ہی مخلص اور قدیم کمپوزر برادرم جناب بابر حنیف صاحب ، مولانا نعمان حقانی کا بھی تہہ دل سے ممنون ہوں جنہوں نے دن رات ایک کرکے اس کی سیٹنگ ، کمپوزنگ ،تصحیح وغیرہ میں اپنا خون جگر شامل کرکے اس گلدستہ کو سینچا وترتیب دیا ہے۔

حضرت والد صاحبؒ کی شہادت کے بعد ان چار سالوں میں مَیں جب بھی حضرت والدؒ کے

مزار پر حاضری دیتا تو دل میں اس بات کا قلق ہوتا کہ تفسیر کی اشاعت میں مختلف وجوہات کی بنا پر مسلسل تاخیر ہوتی چلی جارہی ہے جس کے لئے معذرت خواہ ہوں اور وہیں مزار کے احاطہ میں بیٹھ کر ذہن میں ایک نیا ہدف مقرر کرلیتا کہ اس عرصہ اور فلاں تاریخ تک تفسیر کا کام مکمل ہوجائے گا لیکن قدرت نے ہر چیز کے لئے ایک وقت متعین کررکھا ہے اِنَّ اللّٰہَ بَالِغُ اَمْرِہٖ قَدْ جَعَلَ اللّٰہُ لِکُلِّ شَیْءٍ قَدْرًا راقم کی یہ بیتاب تمنا تھی کہ قرآن کی یہ عظیم الشان تفسیر جلد شائع کروا کر اپنے عظیم والد شہیدؒ کے مزار پر حاضری کے موقع پر پیش کروں کہ جو علمی قرض آپ میرے ذمہ چھوڑ گئے تھے الحمدللہ وہ قرض ہم سب نے چکا دیا ہے ؎

مِرے چارہ گر کو نوید ہو، صفِ دشمناں کو خبر کرو وہ جو قرض رکھتے تھے جان پر وہ حساب آج چکا دیا

جوڑ کے تو کوہ گراں تھے''ہم'' جو چلے تو جاں سے گزر گئے رہِ ''یار'' ہم نے قدم قدم تجھے یادگار بنا دیا

اور آپ کی ادھوری تمنائے خام کو بارآوری یعنی اشاعت کے لباس سے آراستہ ومزین کرادیا ہے۔ ع گر قبول افتد زہے عز وشرف

ان شاء اللہ مجھے امید ہے کہ حضرت والد ماجد اور میرے استاد محترم شہیدؒ اپنی ادھوری آرزوٗ کی تکمیل واشاعت پر اس ناکارہ فرزند وشاگرد کی اس خدمت سے عالم برزخ میں خوشی اور سکون محسوس کریں گے۔ حضرت لاہوریؒ کے دروس تفسیر اور ترجمہ قرآن پر اُس وقت کے نامور علماء مولانا سید انور شاہ کشمیریؒ، مولانا سید حسین احمد مدنیؒ، مولانا مفتی کفایت اللہ دہلویؒ، علامہ سید سلیمان ندویؒ، مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ، مولانا غلام اللہ خانؒ وغیرہ نے اپنے قیمتی تاثرات لکھے تھے جو اس تفسیر لاہوری میں بطور تبرک شامل ہیں، اس کے علاوہ ''تفسیر لاہوری'' پر بھی دور حاضر کے جید اکابر جیسے شیخ الاسلام مولانا مفتی تقی عثمانی، مولانا انوار الحق حقانی، مولانا شاہد سہارنپوری، ڈاکٹر سید سلمان ندوی، مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق سکندرؒ، مولانا فضل الرحیم اشرفی، مولانا محمد حنیف جالندھری، مولانا مفتی غلام الرحمٰن، مولانا عبدالقیوم حقانی صاحبان نے اپنے وقیع تاثرات وتقریظات لکھ کر اس تفسیر کو خراج تحسین پیش کیا۔ راقم نے یہ چند کلمات (پیش لفظ) بطور سعادت قلمبند کئے ہیں اگر چہ ''تفسیر لاہوری'' پر اوران اکابر کے تفصیلی وقیمتی تاثرات کی موجودگی میں مجھ جیسے کمزور اور ناتواں طالب علم کیلئے کماحقہ لکھنا سورج کو چراغ دکھانے کے مترادف ہے۔ اللہ تعالیٰ اس عظیم تفسیر کو خاص اپنی رضا اور ہم سب کی مغفرت کا ذریعہ بنائے اور حضرت والد صاحب شہیدؒ کیلئے اِسے تاقیامت صدقہ جاریہ بنائے (آمین)

(نشر مکرر)

مولانا راشد الحق سمیع
مدیر ماہنامہ ''الحق''

حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی شہادت کا ذمہ دار کون؟ چار برس گزرنے کے بعد بھی قاتلوں کی عدم گرفتاری؟ ایک لمحہ فکریہ

لاؤ تو قتل نامہ میرا میں بھی دیکھ لوں
کس کس کی مہر ہے سرِ محضر لگی ہوئی

والدی الکریم، مجاہد اسلام، بطل حریت، مدبر ملت، سفیر امن، شیخ الحدیث حضرت مولانا سمیع الحق شہید رحمہ اللہ کی شہادت کے المناک سانحہ کو چار سال مکمل ہونے کو ہیں لیکن ان کو شہید کرنے والے ظالم قاتلوں کا سراغ آج تک نہ مل سکا اور حکومت و مقتدر ادارے چپ سادھے ہوئے ہیں اور وہ روایتی مجرمانہ غفلت کے مرتکب ہیں ؎

میں کس کے ہاتھ پہ اپنا لہو تلاش کروں
تمام شہر نے پہنے ہوئے ہیں دستانے

یہ بات ہر ذی شعور پاکستانی پر روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ حضرت مولانا شہیدؒ نے ہمیشہ اس مملکت کے نظریہ کے دفاع کی جنگ لڑی اور اس ملک کی جغرافیائی و نظریاتی سالمیت کی بقاء کے لئے آخر دم تک یہ بوڑھا جرنیل مشرقی و مغربی محاذوں پر ڈٹ کے کھڑا رہا، چاہے وہ افغانستان میں عالمی استعمار اور اس کی کٹھ پتلی حکومت کی مسلسل مخالفت ہو یا پھر ''دفاع پاکستان'' کے سیاسی پلیٹ فارم کی صورت میں ہندوستان کا مسلمانوں و کشمیریوں پر مظالم اور ریشہ دوانیوں کا مقابلہ کرنا ہو، الغرض! انہوں نے ہمیشہ اس ملک میں اسلامی نظریات اور جغرافیائی سرحدات کے تحفظ کی بات کی اور اپنے آپ کو اس ملک کے ایک مخلص مجاہد و سپاہی کے طور پیش کیا اور جب بھی ملکی سرحدات خطرے میں پڑیں تو حضرت مولانا شہیدؒ ہمیشہ صف اول میں سینہ تان کر کھڑے نظر آتے، ہر ملکی اور بین الاقوامی فورم پر پاکستان کے بقاء کی جنگ لڑی اور ہمیشہ اپنے ہزاروں شاگردوں، کارکنوں اور لاکھوں عقیدتمندوں کو پاکستان سے وفاداری کا درس دیتے رہے، حضرت مولانا شہیدؒ کی ذات گرامی سطحی قسم

کے اختلافات اور مسلکی و فروعی جھگڑوں سے پاک رہی ، وہ ہمیشہ ملت اسلامیہ کے وسیع تر مفادات واتحاد کا سوچتے تھے۔

مولانا شہیدؒ امریکہ اور عالم کفر کی ظالمانہ پالیسیوں کے عمر بھر نقادر ہے اسی وجہ سے ہمیشہ دل دشمناں میں آپ کانٹے کی طرح کھٹکتے تھے۔روسی اور امریکی سامراج کے خلاف عمر بھر دارالعلوم حقانیہ کے منبر سے لے کر جہاد افغانستان کے گرم محاذوں اور سیاسی پلیٹ فارمز سے لے کر ایوان بالا تک اور دارالعلوم حقانیہ کے ترجمان رسالے ''ماہنامہ الحق'' کے ادارتی صفحات کے ذریعے ہر جگہ ان کے خلاف نبرد آزما و برسر پیکار رہے،آپ حقیقت میں جدوجہد آزادی کے علمبردار اور قافلہ حریت کے سپہ سالار تھے اور یہاں تک کہ زندگی کے آخری ماہ وسال میں آپ کا شوق شہادت اور بھی بڑھ گیا تھا اور بالآخر اپنے خون کا نذرانہ بھی بارگاہ ایزدی میں فدایانہ طور پر پیش کر دیا۔ ؎

قبائے نور سے سج کر لہو سے باوضو ہو کر
وہ پہنچے بارگاہ حق میں کیسے سرخ رو ہو کر

لیکن ایک بار پھر افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ اس قدر عظیم خدمات کے باوجود اس عظیم ہستی کے دن دھاڑے قتل اور اس کے بعد اداروں کی عدم دلچسپی اور خاموشی و پراسراریت ناقابل فہم ہے، آخر کیوں چار سال بعد بھی ان سفاک قاتلوں کا کوئی سراغ،کوئی نشان نہ لگایا جاسکا،اگر پاکستان کے مخلص کمانڈر اور محافظ کی شہادت میں بیرونی اسلام و پاکستان دشمن قوتیں ملوث ہیں جیسا کہ شہادت کے تیسرے روز ہم ورثا کو بریف کیا گیا تھا تو اس کا سرکاری طور پر اعلان کیوں نہیں کیا گیا ؟ اوران ظالم دشمن ممالک سے اس ظلم عظیم پر باز پرس یا احتجاج کیوں نہیں کیا گیا؟ زمینی حقائق اور معروضی حالات کے تناظر میں یہ بات خارج از امکان نہیں کہ حضرت مولاناؒ کی شہادت کے اصل قاتل اور بھیانک سازش کو تیار کرنے والے اسلام اور پاکستان دشمن بیرونی عناصر ہوں کیونکہ ان کی نظروں میں حضرت مولاناؒ کی ذات شروع ہی سے کھٹکتی تھی،شیخ اسامہ بن لادنؒ کو ایبٹ آباد جیسے حساس ترین فوجی شہر میں امریکہ نے کمانڈو آپریشن کے ذریعے شہید کیا،اسی بناء پر حضرت والد صاحبؒ کے قتل میں بھی سی آئی اے، را اور خصوصاً این ڈی ایس وغیرہ پر زیادہ شبہ ہے۔دشمن کافی عرصہ سے موقع کی تلاش میں تھا کہ حضرت مولانا شہیدؒ کو اپنے راستے سے ہر حالت میں ہٹائے تاکہ افغانستان میں اپنے مستقبل کے خطرناک منصوبوں کی تکمیل اور مذاکراتی عمل میں حضرت مولاناؒ اپنے شاگردوں کی سیاسی رہنمائی نہ کرسکیں،(یہ سوال بہت معنی خیز ہے کہ اکثر تحریک طالبان کے ساتھ گفتگو وشنید و مذاکرات کے دوران

عالمی قوتیں اور طاقتور حلقے کیوں اچانک بڑے واقعات کرا دیتی ہیں اور پھر پاکستان میں ہی ہمیشہ ہر نازک وحساس موقع پر آخر کیوں بڑے حادثے رونما ہو جاتے ہیں؟

زندگی میں ابا جان شہیدؒ نے سینٹ آف پاکستان کے فورم پر برملا اپنے دشمنوں کے عزائم کے بارے میں ان خیالات کا اظہار فرمایا تھا کہ ''پاکستان میں امریکیوں کے ہاتھوں کوئی بھی شخص محفوظ نہیں، وہ ہر جگہ اپنے مخالفین کو مار سکتے ہیں۔'' سینٹ میں ۱۴؍اگست ۲۰۰۷ء کو لال مسجد اور امن عامہ کی صورت حال پر بحث کے دوران مولانا سمیع الحق شہیدؒ نے فرمایا: ''ہم پر پرائی جنگ مسلط کردی گئی ہے ہم پرائی آگ کو اپنے گھر میں لے آئے ہیں انہوں نے سرحدات کی حدود کو پامال کیا ہے امریکی برملا کہہ رہے ہیں کہ ہم نے فیصلہ کیا ہے کہ ہمیں یہ حق ہے کہ مزاحمتی تحریکوں کا نام جہاں بھی سنیں گے ہم پاکستان میں خود کارروائی کریں گے، ان کی طرف سے یہ نیا خطرناک موقف آیا ہے، اس صورتحال میں ہمیں سوچنا چاہیے کہ ہم اس پرائی جنگ سے کیسے نکلیں؟ ہم یہاں امن وامان کی صورتحال پر بحث کرتے ہیں، خدا گواہ ہے کہ بیس کروڑ عوام میں ایک فرد بھی اپنے آپ کو محفوظ نہیں سمجھتا اور حقیقت میں نہ وہ محفوظ ہے، سڑک پر جاتے ہوئے کسی بھی وقت آپ قتل ہو سکتے ہیں۔ کہیں جلسہ ہو رہا ہے، کسی جگہ مجمع ہے اور کوئی بازار سودا سلف کے لیے جاتا ہے اس کے پرخچے اڑ سکتے ہیں، ایسے حالات میں ہم کیسے امن وامان کی جزئیات پر بحث کریں''

چونکہ والد صاحبؒ عالمگیر شخصیت کے مالک تھے، آپ کی تحریک طالبان افغانستان اور عالم اسلام میں اثر انگیزی اور اہمیت کے پیش نظر آپ عالمی قوتوں کی نگاہوں میں کھٹکتے تھے، کافی عرصے سے آپ بین الاقوامی مخالف خفیہ ایجنسیوں اور ممالک کی ہٹ لسٹ پر تھے، دشمن انہیں دیگر عالمی مسلم مخالف رہنماؤں کی طرح اپنے لئے راستے کی ایک بڑی رکاوٹ سمجھتے تھے، اسی لئے انہیں بھی وہ راستے سے ہٹانے کی کافی عرصے سے کوششوں میں تھے۔ جیسا کہ انہوں نے جنرل ضیاء الحقؒ، صدر صدام حسینؒ، صدر کرنل قذافیؒ، شیخ اسامہ بن لادنؒ، نصیر الدین حقانیؒ، طالبان کے سابق امیر ملا اختر منصورؒ وغیرہ سمیت سینکڑوں رہنماؤں کو شہید کیا۔

جب بھی افغان حکومت یا طالبان کے مابین مذاکرات ہو رہے ہوں یا ہونے والے ہوں تو عین اسی موقع پر کوئی نہ کوئی ایسا غیر معمولی واقعہ رونما ہوتا ہے کہ جس کے نتیجے میں دونوں فریقوں کے مابین ایک بار پھر وسیع خلیج حائل ہو جاتی ہے اس کی واضح مثال ۱۱؍جنوری ۲۰۱۶ کو مری میں چار فریقی گروپ کے اجلاس کے بعد افغان طالبان کے امیر ملا محمد عمرؒ کی وفات کی خبریں منظر عام پر آنا اور اسی

سال ۱۸ رمئی کو اسلام آباد میں ہونے والے مذاکراتی عمل کے چند گھنٹوں بعد بلوچستان کی حدود میں ڈرون حملے میں طالبان کے امیر ملا اختر منصورؒ کی شہادت کس بات کی طرف اشارہ ہے؟

امریکہ و عالم کفر نے ہی شہید شیخ اسامہؒ، امیر المومنین ملا اختر منصورؒ، اسلام آباد میں جہادی کمانڈر مولانا جلال الدین حقانیؒ کے بڑے صاحبزادے نصیرالدین حقانیؒ اور دیگر عالمی اسلامی رہنماؤں کے قتل کی طرح حضرت والد صاحبؒ کو بھی نشانہ بنایا اور آپ کی شہادت اور جانکاہ حادثہ پر واشنگٹن، دہلی اور خصوصاً کابل و افغانستان میں مخالفین و بدبختوں نے شہادت کے دن اور کئی روز تک اسی طرح کا معاملہ و مظاہرہ کیا جس طرح سیدنا امیر حمزہؓ کی شہادت کے بعد کفارِ مکہ و ہندہ بنت عتبہ نے جشن منایا تھا اور اس نے تمسخر، استہزاء اور فخریہ متعصّبانہ اشعار پڑھے تھے۔ اس سے قبل شیخ اسامہ بن لادنؒ کی شہادت اور امیر المومنین ملا محمد عمرؒ کی وفات کی خبروں پر جشن منایا اور سڑکوں پر رقص کیا، ان وحشی نما متعصب، نفرت وعداوت سے بھرے ہوئے نام نہاد قوم پرستوں نے اُسی بربریت، سفاکیت اور جاہلیت کی تاریخ دوہرائی تھی اور اپنے مکروہ دل کی بھڑاس نکالی تھی۔ ؎

نورِ خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

دوسرے سیاسی تجزیہ نگاروں کی رائے یہ ہے کہ اگر بین الاقوامی ایجنسیاں حضرت مولاناؒ کے قتل میں ملوث نہیں تو پھر ان کا قاتل پاکستان کے اندر ہی کوئی ہوسکتا ہے؟ تو کیا پاکستان کے دفاعی اور تفتیشی ادارے اتنے کمزور ہیں کہ وہ اتنے بڑے عالم دین اور بین الاقوامی شخصیت کے قاتلوں کا سراغ چار سال تک نہ لگا سکیں؟ آخر کیا وجہ ہے کہ قاتل بیرونی قوتیں ہیں تو وہ بھی متعین نہ ہوسکیں اور اگر داخلی قوتیں ہیں تو اس کی ڈھونڈ بھی نہ لگائی جاسکی؟ اگر اس ظلم عظیم پر خاموشی یا ظلم پسندی حکومت کی پالیسی ہے تو پھر اس عظیم سانحہ پر پُراسراریت اور عدم توجہی سے تو یہی تاثر ابھرتا ہے کہ یا تو ریاست حسب سابق بیرونی قوتوں وقاتلوں کے دباؤ میں ہے (دیگر ہائی پروفائل کیسز کی طرح یہ کیس بھی حکمرانوں کی مصلحتوں، مجبوریوں اور عالمی سازشوں کی نذر ہوگیا) یا خود اس کے کسی طاقتور فرد یا ادارے نے حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ کو بربریت کا نشانہ بنایا ہے۔ آخر اس ملک کے عظیم عالم اور مدبر سیاستدان کی شہادت میں ملوث عناصر کو بے نقاب کرنے میں تفتیشی ادارے کیوں کامیاب نہیں ہو پا رہے؟ حکومت پاکستان اور تفتیشی اداروں کیلئے یہ ایک سوالیہ نشان ہے کہ کیا دیگر مشاہیر علماء و زعماء کی شہادتوں کی طرح والدی المکرّم کا یہ واقعہ شہادت بھی پراسرار ہی رہے گا؟ یہ حکومت پاکستان

اور متعلقہ اداروں کی ناکامی کا منہ بولتا ثبوت ہے کہ اب تک حضرت شہیدؒ جیسے محبّ وطن عظیم پاکستانی سیاستدان کے قاتل گرفتار نہ ہوئے اور شاید ان سفاک قاتلوں کا صبح قیامت تک کوئی سراغ نہ مل سکے گا؟ جیسے کہ سابق صدر پاکستان جنرل ضیاء الحق شہید اور جنرل اختر عبدالرحمٰن وغیرہ کو راستے سے ہٹایا گیا تھا اور اُن کی شہادت کی تحقیقات بھی تیس برس بعد بھی سامنے نہ آسکیں اور نہ ہی سابق وزیراعظم لیاقت علی خان اور وزیراعظم محترمہ بینظیر بھٹو کے قتل کی تحقیقات بھی چودہ برس بعد بھی واضح ہوسکیں۔

ہم نے شروع دن ہی سے پولیس و دیگر تحقیقاتی ٹیموں کیساتھ اس سلسلے میں بھرپور معاونت کی ہے اور برادر محترم مولانا حامد الحق صاحب نے اپنی ایف آئی آر میں بھی اس بات کی نشاندہی کی تھی کہ ''حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ کے قاتل اور بھیانک سازش کو تیار کرنے والے اسلام اور پاکستان دشمن بیرونی ممالک وعناصر ہیں کیونکہ ان کی نظروں میں شروع دن ہی سے حضرت مولاناؒ کی ذات اور دارالعلوم حقانیہ کی حیثیت کھٹکتی تھی، قتل میں براہ راست ان کے شہریوں اور ایجنٹوں نے حصہ لیا ہے۔اب حکومت پاکستان، وزارت خارجہ اور وزارت داخلہ کو حضرت مولاناؒ کی شہادت پر ان قوتوں کے خلاف ہر سطح پر مؤثر آواز اٹھانی چاہیے، آخر حضرت مولاناؒ جیسے محبّ وطن، عظیم پاکستانی سیاستدان کے قاتلوں کی عدم گرفتاری یا اس پر مضبوط اسٹینڈ نہ لینا کس بات کی غمازی ہے؟'' آپ شہیدؒ عمر بھر مملکت پاکستان کے نظریاتی وجغرافیائی سرحدوں کے عظیم سپہ سالار اور جرأتمند رہنما تھے۔ کیا زندہ قومیں اپنے ہیروز کو یونہی فراموش کردیتی ہیں؟ ہم نے اپنے طور پر مسجد کے منبر سے لے کر پارلیمنٹ تک اور وہاں سے پاکستان کی عدالتوں اور مقتدر حلقوں کے تمام چھوٹے بڑے افسران، وزیروں، مشیروں حتیٰ کہ وزیراعظم پاکستان، صدر پاکستان اور آرمی چیف ودیگر اداروں کے سربراہوں سے انصاف کے حصول کیلئے ملاقاتیں کیں لیکن ان چار سالوں میں ہماری ساری کوششیں اور مظلومانہ صدائیں صدا بصحرا ہی ثابت ہوئی ہیں، مقتدر شخصیات نے واضح طور پر ہمیں اور علماء کے نمائندہ وفد کو بتادیا کہ ''حضرت مولاناؒ کا قتل بھی ''اندھا قتل'' ہے (اِسے ''اندھا قتل'' قرار دینا ناقابل فہم ہے حالانکہ اُن دنوں اس کے عالمی وقومی محرکات سب پر واضح تھے۔ادارہ) جس طرح کہ امریکی صدر جان ایف کینیڈی اور پاکستان کے بڑے بڑے سیاسی لیڈروں کے قاتل اوراس کی سازش کرنے والے سامنے نہ آسکے، بدقسمتی سے مولانا سمیع الحق شہیدؒ کے قاتل بھی اب تک نہ مل سکے ہیں، ہماری ''تفتیش'' تو جاری ہے'' لیکن عملی طور پر تحقیقات کا نتیجہ آج بھی صفر بٹہ صفر ہے، نہ اصل قاتل تلاش کیے جاسکے، نہ سازشی عناصر کا کچھ معلوم ہوا نہ منصوبہ ساز وماسٹر مائنڈ سامنے آسکا، اس تمام

تکلیف دہ مجرمانہ صورتحال پر ہمارا اب بھی یہی موقف اور مطالبہ ہے کہ حضرت مولانا شہیدؒ کے قاتلوں کو اب تک کیوں نہ گرفتار کیا جاسکا؟ قاتلوں کی عدم گرفتاری و عدم دلچسپی ملک وحکومت کے لئے ایک سوالیہ نشان رہے گا ؎

نہ مدعی نہ شہادت حساب پاک ہوا　　یہ خون خاک نشیناں تھا رزق خاک ہوا

یہ حقیقت سب پر عیاں ہے کہ حضرت ابا جی شہیدؒ کی شہادت کی طرح اس سے قبل پاکستان میں متعدد مذہبی و سیاسی رہنماؤں کے اصل قاتل اور ماسٹر مائنڈ آج تک سامنے نہ آسکے، ہم نے پہلے دن ہی سے اپنے شہید والدؒ کی المناک شہادت پر بھرپور صبر وتحمل کا مظاہرہ کیا، ہم نے اپنے عظیم والد مرحوم کے قتل کا مقدمہ اور معاملہ حکمرانوں کی عدمِ دلچسپی وسرد مہری کے بعد سب سے بڑے منصف خداوند ذوالجلال والاکرام اور عَزِيْزٌ ذُوانْتِقَامٍ کی بڑی عدالت میں پیش کردیا ہے، وہی ان ظالموں، قاتلوں اور کافروں سے انتقام کے لئے کافی ہے۔ ان شاء اللہ قاتل جتنے بھی طاقتور اور خودمختار ہوں اس خونِ ناحق کے مہلک اثرات سے اپنا دامن محفوظ نہیں رکھ سکیں گے اور ایک نہ ایک دن ضرور خداوند جبار وقہار کے حضور انہیں جواب دہ ہونا پڑے گا۔

ہائے افسوس وصد افسوس! دیگر سیاسی زعماء، مشاہیر اور خصوصاً علمائے کرام کے قتل عام کی طرح ہمارے والد صاحبؒ کا قتل بھی پراسرار اور ''اندھا'' ہی رہ گیا اور قاتلوں کا کوئی سراغ نہ ملا اور ریاست کے ذمہ ہمیشہ کے لئے باقی رہ گیا۔ ؎

ہماری لاش پہ ڈھونڈو نہ انگلیوں کے نشاں
ہمیں خبر ہے عزیزو! یہ کام کس کا ہے

سابق آرمی چیف مرزا اسلم بیگ جو حضرت والد صاحبؒ کے بہت مخلص اور قدردان دوستوں میں سے ہیں انہوں نے بھی اپنے مضمون میں واضح طور پر لکھا ہے کہ ''مولانا سمیع الحق کے قاتل شاید ہی کبھی گرفتار ہوں'' اور مولانا شہیدؒ اُس وقت فرماتے تھے کہ '' جب تک جارح امریکہ اپنے اتحادیوں سمیت افغانستان پر مسلط و قابض رہے گا تو اِس خطے میں قیامِ امن کا حقیقی خواب پورا نہیں ہوسکتا۔ تحریک طالبان، سابقہ افغان مجاہدین وغیرہ مل کر امریکہ کو افغانستان سے نکال باہر نہ کریں اس وقت تک کنواں پاک نہیں ہوگا۔'' آپ کے ایسے جرات مندانہ بیانات کو امریکہ، نیٹو اور اشرف غنی حکومت اپنے مفادات کے لئے ایک ضرب کاری سمجھے جاتے تھے۔

بہرحال ! حضرت والد شہیدؒ ملک وملت کا ایک بڑا سرمایہ تھے، ظالم حکمران اور ارباب اختیار نے ان کی دینی وملکی خدمات کی کوئی قدر نہ کی، اللہ تعالیٰ نے حسب تمنا آپ کو ۸۲۔۸۳ برس کی عمر میں شہادت سے نوازا۔ طویل العمری اور علالت کے باوجود آخر تک آپ صاحب فراش بننے پر آمادہ نہ تھے، آپ نے زندگی بھر جس مقصد کیلئے جدوجہد کی اس مقصد کا اختتام ان کی شہادت پر ہونا ان کا مقدر ٹھہرا تھا، وہ رخصت ہوتے ہوئے بھی علمی، دینی، صحافتی، سیاسی و دینی مدارس اور ملک کے تحفظ کی جدوجہد کے راستے سے علیحدہ نہ ہوئے اور اسی راستے میں اپنی جاں نثار کر کے رخصت ہوئے لیکن ان کی شہادت سے پاکستان اور امت مسلمہ ایک عظیم عالم دین، مدبر سیاستدان اور صاحب بصیرت مفکر شخصیت سے محروم ہوگئی۔ ع اب انہیں ڈھونڈ چراغ رخ زیبا لے کر

پروفیسر سیف اللہ خالد نے کیا خوب لکھا ہے کہ مولانا سمیع الحقؒ کی پاکستان کے دفاع کے لئے کیا خدمات تھیں؟ اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ مولانا سمیع الحقؒ کی شہادت پر بھارت اور افغانستان میں جشن منائے گئے، خوشی ومسرت کے شادیانے بجائے گئے۔ خاص کر بھارتی میڈیا کی خوشی چھپائے نہیں چھپ رہی تھی، جن بھارتی چینلز پر بہت زیادہ خوشی کا اظہار کیا گیا، ان میں را کی سرپرستی میں چلنے والا چینل ڈی این اے نیوز پیش پیش تھا۔ اس چینل نے مولانا سمیع الحقؒ کی شہادت کو ایک بڑے دشمن کی موت قرار دیتے ہوئے کہا کہ مولانا سمیع الحقؒ افغانستان میں بھارت کے خلاف ہونے والی کارروائیوں کے ایک بڑے منصوبہ ساز تھے۔

مولانا محمد منصور احمد کا کہنا ہے کہ ''حضرت شیخ سمیع الحق شہیدؒ کی شہادت جن حالات میں ہوئی، ان کی نزاکت سے ہر شخص باخبر ہے، پورا ملک اعلیٰ عدلیہ کے ایک مشکوک فیصلے اور اس کے بعد حکومتی ایوانوں سے بلند ہونے والی دھمکی آمیز آوازوں کی وجہ سے افراتفری کا شکار تھا، وقتی جذباتیت پر مشتمل ایک نعرہ بھی جلتی پر تیل کا کام کر سکتا تھا اور پھر کراچی سے خیبر تک جو کچھ ہونا تھا، اس کا تصور کر کے ہی رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں، اہل وطن ماضی کے وہ دردناک مناظر ابھی تک نہیں بھول سکے جو مختلف لوگوں نے اپنے اپنے مفادات کے لئے پیش کیے تھے۔ جلاؤ گھیراؤ اور تباہ کن فسادات تو بہت بڑی بات ہے جب شہادت سے اگلے روز صوبہ خیبر پختونخوا کی تاریخ کا سب سے بڑا جنازہ بلکہ پاکستان کے عظیم ترین جنازوں میں سے ایک بڑا جنازہ اکوڑہ خٹک کی سرزمین پر ادا کیا گیا جس میں حضرت شیخ شہید کے لاکھوں متعلقین پروانوں کی طرح شریک تھے تو دنیا نے دیکھا کہ کوئی تنکا گرا اور نہ ہی کوئی گملا ٹوٹا، جب لاکھوں لوگ اپنے شیخ کی تعلیمات کے مطابق پرامن طور پر منتشر ہو رہے تھے تو

کتنے ہی وطن دشمن لوگوں کے خواب چکنا چور ہو رہے تھے اوران کے ارمان خاک میں مل رہے تھے۔ یقین جانیں اس ملک کا سب سے وفادار اور خیر خواہ یہی دینی طبقہ ہے''۔

ان شہیدوں کی دیت اہل کلیسا سے نہ مانگ
قدر و قیمت میں ہے خون جن کا حرم سے بڑھ کر

اسی طرح حضرت والد صاحبؒ کی شہادت سے ایک ماہ قبل افغان حکومتی وفد کی اسلام آباد میں ان سے اہم ملاقات اور آنے والے مذاکرات میں قائدانہ کردار ادا کرنے کی درخواست، پھر امریکہ وطالبان مذاکرات اور ماسکو کانفرنس کے اہم موڑ پر حضرت والد صاحب کو شہید کرنا اِن دونوں واقعات سے حضرت والد صاحب کی شہادت کا پورا پس منظر و پیش منظر واضح ہوجاتا ہے۔

ایک بھارتی جرنیل نے ٹوئٹ کرتے ہوئے افغان انٹیلی جنس کو پاکستان میں بہت بڑے ٹارگٹ کو نشانہ بنانے پر مبارکباد پیش کی، اسی طرح ہندوستان بھی حضرت والد صاحب شہید کو علامہ پروفیسر حافظ سعید کا قریبی ساتھی سمجھتا تھا اور دفاع پاکستان تنظیم کی سربراہی بھی ہندوستان سے ہضم نہیں ہورہی تھی اسی لئے بھارت کا سابق آرمی چیف جنرل بکرم سنگھ نے ڈنکے کی چوٹ پر کہا کہ پاکستان اور اس کی اہم شخصیات کو ''ٹھونکنے'' کے لیے ہمیں اپنی منصوبہ بندی کرنا ہوگی اور اس مقصد کے حصول کے لئے وہیں کے لوگوں کو استعمال کرنا چاہیے۔مولانا شہید کے قتل کا قندہار کے جنرل رازق کاری ایکشن بھی اکثر تجزیہ نگار بتاتے ہیں۔

افق کی سرخ قبا سے سراغ ملتا ہے
ہمارا خون ستاروں میں جگمگائے گا
ہمارے بعد کہاں یہ وفا کے ہنگامے
کوئی کہاں سے ہمارا جواب لائے گا

بہرحال! شہادت کی موت ایک عظیم سعادت اور شرف ہے اور پھر جن کی ساری عمر یہی تمنا اور آرزو ہو کہ موت آئے تو شہادت کی آئے اور جو سالہا سال کتاب ''المغازی'' کا درس دینے والا اور مجاہدین کا استاد اور مربی ہو وہ کیسے شہادت کی سعادت سے محروم رہتا لہٰذا آرزوئے شہادت برآئی اور مقام شہادت پاکر ابدی حیات پاگئے۔

وَ لَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ یُّقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْیَآءٌ وَّ لٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ۔

مرتب: حافظ خرم شہزاد
مدیر بزم شیخ الہندؒ گوجرانوالہ

فقہی و علمی مسائل اور ان کے جوابات

افادات: شیخ الحدیث حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ

(۵)

امام الاولیاء، شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری قدس اللہ سرہ العزیز کی نگرانی و سرپرستی میں شائع ہونے والے شہرۂ آفاق مجلہ ہفت روزہ ''خدام الدین'' میں ۶۰ء کی دہائی میں ''فقہی و علمی مسائل اور ان کے جوابات'' کے عنوان سے ادارہ ''خدام الدین'' کے نام جو فقہی و علمی مسائل آتے حضرت شیخ الحدیث مولانا سمیع الحق شہیدؒ اُن میں سے بعض سوالات کے جوابات تحریر فرماتے رہے۔ یہ سلسلہ ایک عرصہ تک چلتا رہا، مختلف دینی و شرعی، علمی و فقہی، تاریخی و سیاسی مسائل پر مدلل انداز کے ساتھ جوابات شائع ہوتے رہے۔ ''خدام الدین'' لاہور کی قدیم فائلوں میں یہ سوالات ایک تاریخی ریکارڈ کی حیثیت رکھتے ہیں جسے ماہنامہ ''الحق'' کے مدیر اعلیٰ مولانا راشد الحق سمیع مدظلہ سے مشاورت کے بعد افادۂ عام کے لئے شائع کیا جا رہا ہے۔ (مرتب)

نکاح وطلاق

سوال: مہربانی فرما کر حسب ذیل مسئلہ کے بارے میں اپنے خیالات سے مطلع فرمائیں کہ ایک شخص جس کی ذات سید ہے اور غیر سید عورت سے شادی کر چکا ہے، کیا کوئی غیر سید اس کی لڑکی سے شادی کر سکتا ہے؟ (جمیل احمد، کوہ مری)

جواب: وباللہ التوفیق۔ سید کی لڑکی سے غیر سید کا نکاح بلا تردّد جائز ہے، احناف کے نزدیک کفاءۃ کے لیے دونوں کا مسلمان ہونا کافی ہے، خود حضور اقدس ارواحنا فداہ (علیہ السلام) نے اپنی پھوپھی زاد بہن حضرت زینبؓ (جو بنو ہاشم میں سے تھیں) کا نکاح حضرت زید بن حارثہؓ سے کرایا جو بنو ہاشم میں سے نہیں بلکہ ایک آزاد کردہ غلام تھے پھر جب ان میں نبھاہ نہ ہو سکا تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینبؓ کو بعد میں نکاح میں لیا، قرآن کی آیت فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا میں اس کا ذکر موجود ہے۔

اسلام میں اصل چیز تقویٰ، پرہیزگاری اور معنوی کمالات وفضائل ہیں، ارشادِ خداوندی ہے:

یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ (الحجرات:۱۲)

''اے لوگو ہم نے تمہیں مختلف شاخوں اور قبیلوں میں بانٹ دیا ہے تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو۔ بے شک تم میں سے بہتر اللہ تعالیٰ کے ہاں تم سب سے زیادہ پرہیزگار اور ڈرنے والا ہے۔'' (''خدام الدین''۲۶/جولائی ۱۹۶۳ء)

سوال: ایک شخص کو قلبی دورہ لگنے کی بیماری ہے، جب قلبی بیماری لگتی ہے تو جو کچھ منہ میں آتا ہے بکنے لگ جاتا ہے۔ اسی قلبی دورہ لگنے کی حالت میں اس نے یک لخت اپنی عورت (بیوی) کو کہا کہ ''تمہیں طلاق ہے، طلاق ہے، طلاق ہے''۔ پھر چند روز کے بعد رجوع کر لیا اور صحبت کی۔ عورت کو طلاق ہوگئی اور کیا وہ اس پر حرام ہے یا نہیں؟ (نذیر احمد خان ولد نور محمد خان، لیاقت آباد، میانوالی)

جواب: وباللہ التوفیق۔ اگر شخص مذکورہ قلبی دورہ کے وقت مخبوط الحواس ہو اور اس کی عقل بحال نہ ہو اور جو کچھ اس کے منہ سے نکلتا ہے اس کو نہ سمجھ سکتا ہو تو اس کی طلاق شرعاً طلاق نہیں اور اس کی بیوی شریعت کی رو سے اس کی جائز بیوی اور اس کے لیے حلال ہے۔ علماء شریعت نے اپنی کتابوں میں لکھا ہے کہ دیوانہ، معتوہ، مدہوش کی طلاق واقع نہیں ہوتی۔

ویقع طلاق کل زوجٍ عاقلٍ بالغٍ لا طلاق صبی ومجنون وکذا معتوۃ (شرح وقایہ جلد۲،صفحہ: ۷۱)

''ہر عاقل بالغ کی طلاق واقع ہوتی ہے ہاں مگر نابالغ لڑکے اور دیوانہ اور معتوہ ومدہوش کی طلاق واقع نہیں ہوتی۔''

اور اگر قلبی دورہ کے وقت اس کے حواس بجا ہوں مگر اس نے سمجھ کر طلاق دی ہے تو طلاق واقع ہوئی اور اب اسے رجوع کرنا حرام ہے جب تک کہ مطلقہ بیوی کا شرعی طریقہ سے حلالہ نہ ہو۔

(''خدام الدین''۱۱/اکتوبر ۱۹۶۳ء)

سوال: ایک شخص زید جس کی بہن کا لڑکا وَلدالزنا ہے اور بہن اپنے وَلدالزنا لڑکے کے لیے اپنے بھائی زید کی لڑکی کا رشتہ مانگ رہی ہے مگر زید اسے شرعاً ناجائز سمجھتا ہے اور لڑکی کو رشتہ میں دینے سے انکاری ہے، کیا شرعاً ایسا رشتہ اور نکاح جائز ہے یا نہیں؟ (سردار علی، گارڈ ریلوے اسٹیشن، خانیوال)

جواب: وباللہ التوفیق۔ زید شرعاً اپنی لڑکی کو بہن کے وَلدالزنا کے نکاح میں دے سکتا ہے۔ از روئے

شرع اس میں کوئی حرج نہیں۔ اگر اس کے علاوہ کسی عذر کی وجہ سے لڑکے کے والد اپنی لڑکی کو نہ دینا چاہے تو اس کا اختیار ہے اور اسے مجبور نہیں کیا جاسکتا۔ (واللہ اعلم) (''خدام الدین'' ۳۱؍ستمبر ۱۹۶۳ء)

سوال: ایک آدمی جس کی پہلی بیوی فوت ہوگئی ہے اور اسی میں اولاد بھی ہے اور بعد میں اس نے دوسری بیوی سے شادی کی ہے، اسکی اولاد کوئی نہیں، اس نے نکاح سے پہلے ایک تحریر نامہ لکھا تھا کہ:

> ''دوسو روپیہ حق مہر اور اگر میں پہلے مرجاؤں تو ایک مکان جس کی مالیت چھ ہزار روپیہ کے قریب ہوگی اور ۲۵ تولہ سونا یہ آپ کی مالیت ہوگی۔ باقی جو میری جائیداد ہے اس کی آپ کسی قسم کی مالک نہیں ہوں گی۔''

دونوں کی رضامندی سے یہ وصیت نامہ لکھا گیا۔ اس آدمی کی مالیت قریباً دولاکھ کے قریب ہے اب وہ آدمی فوت ہوگیا ہے اور یہ عورت مطالبہ کرتی ہے کہ جو قرآن پاک میں عورتوں کا حق آٹھواں حصہ مقرر ہوا ہے وہ مجھے ملنا چاہئے۔ کیا یہ عورت کا آٹھواں حصہ حق ہوسکتا ہے یا کہ جو وہ خود خاوند اس کا وصیت نامہ میں لکھ گیا ہے وہ اس کا حق ہے؟ (سردار محمد کھوکھر، سیٹلائٹ ٹاؤن گوجرانوالہ)

جواب: وباللہ التوفیق۔ متوفی نے بیوی کو اپنی زندگی میں جو کچھ بشکل مہر دیا ہے وہ بیوی کا حق مہر ہے اور جو کچھ مہر سے زیادہ ہے اور متوفی کی وفات کے وقت موجود ہے تو وہ تمام ترکہ اور املاک جو میت نے اپنی زندگی میں کسی وارث کے نام منتقل نہیں کی ہیں اور بوقتِ وفات میت کی ملکیت میں تھیں ورثہ میں شرعی طریقے سے تقسیم ہوں گی اور اس طرح بیوی کو بھی مجموعی ترکہ کا آٹھواں حصہ میراث دیا جائے گا حسب ارشاد خداوندی: فَإِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ (النساء:۱۲) ''بیویوں کیلئے ۱/۸ حصہ ہے تمہارے ترکہ میں اگر تمہاری اولاد ہو۔ (واللہ اعلم) (''خدام الدین'' ۱۷؍مئی ۱۹۶۳ء)

سوال: برائے کرم مطلع فرمائیں کہ فدیہ کی رقم بیوی، شادی شدہ بیٹی اور نواسا، نواسی کو دینی جائز ہیں یا نہیں؟ (خاکسار خلیل احمد عباسی، کراچی)

جواب: وباللہ التوفیق۔ فدیہ کی رقم بیوی یا بیٹے، بیٹی اور نواسا، نواسی کو دینا جائز نہیں کیونکہ فدیہ صدقات واجبہ میں سے ہے اور مصارف کے لحاظ سے اس کا حکم زکوٰۃ جیسا ہے۔ درمختار میں ہے:

ولا الی من بینهما ولاد او زوجیة۔

''زکوٰۃ دینا ان کو جائز نہیں جن کے درمیان زوجیت یا ولادت کا رشتہ ہو۔''

یعنی اپنی بیوی، شوہر اور اولاد و آباء واجداد اور جدات کو زکوٰۃ نہیں دی جاسکتی۔ علامہ شامیؒ لکھتے ہیں:

و کذا اکل صدقة واجبة کاالفطرة والنذور والکفارات (شامی، جلد دوم، ص:۸٦)

''زکوٰۃ کی طرح تمام صدقات واجبہ (صدقہ فطر، نذر و کفارات) کا یہی حکم ہے کہ رشتۂ ازدواج اور رشتہ ولادت میں نہیں دی جاسکتیں۔'' (واللہ اعلم) (''خدام الدین'' ۱۷ مئی ۱۹٦۳ء)

چند بدعات

سوال: صرف ایک سوال پوچھنا چاہتا ہوں کہ شادی میں سہرا باندھنا جائز ہے کہ نہیں؟ حضرت علامہ مولانا مولوی کفایت اللہ صاحب دہلویؒ نے تعلیم الاسلام حصہ چہارم میں لکھا ہے ''یہ چیزیں بدعت ہیں'' (۱) پختہ قبریں بنانا (۲) قبروں پر چادریں اور غلاف چڑھانا (۳) قبروں پر گنبد بنانا (۴) دھوم دھام سے عرس کرنا (۵) میت کے مکان پر کھانے کے لیے جمع ہونا (٦) شادی میں سہرا باندھنا۔

برائے مہربانی آپ یہ لکھ دیجئے کہ ان میں کوئی بات غلط بھی ہے یا سب درست ہیں؟

(المستفتی: ذوالفقار لچھی رام بازار، دادو سندھ)

جواب: امورِ مذکورہ جو حضرت مفتی کفایت اللہ صاحبؒ نے ذکر فرمائی ہیں وہ ازروئے شرع واقعی بدعت ہیں، اکابر اور محقق علماء کی تصریحات ہر زمانہ میں ان امور کے بدعت ہونے کے بارہ میں مذکور ہیں، مثلاً قبروں پر گنبد بنانے اور اسے پختہ کرنے کے بارہ میں ارشاد نبویؐ ہے:

عن جابر قال نھیٰ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم ان یحصص القبر وان یبنیٰ علیه وان یقعد علیه(رواہ مسلم)

''حضرت جابرؓ صحابی سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں کو پختہ کرنے اور ان پر عمارات بنانے اور قبروں پر بیٹھنے سے ممانعت فرمائی ہے۔''

فقہ کی معتبر کتابوں میں بھی قبروں پر گنبد اور چبوترہ بنانے اور پختہ کرنے کی صاف ممانعت موجود ہے: اسی طرح کسی خاص دن میت کے مکان پر کھانے کے لیے جمع ہونے کو بھی علماء نے بدعت ہونے کی تصریح کی ہے جبکہ کسی ضعیف روایت سے بھی ان رسوم کا ثبوت نہیں ملتا۔

مولانا عبدالحئی مرحوم حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کی شرح ''سفرالسعادت'' سے ناقل ہیں:

''تعزیت اہل میت وتسلیہ وصبر فرمودن سنت ومستحب است اما دریں اجتماع مخصوص روز سوم وارتکاب تکلفات دیگر وصرف اموال بے وصیت از حق یتامیٰ بدعت است وحرام، انتہیٰ۔''

اسی طرح فتاویٰ بزازیہ، مرقاۃ شرح مشکوٰۃ اور شرح منہاج للعلامہ النوویؒ وغیرہ میں اس کی

تصریحات موجود ہیں۔ یہی حال دوسری رسومات کا ہے جو بدعت ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

و كل بدعة ضلالة و كل ضلالة فى النار۔

''ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی کا نتیجہ جہنم ہے۔'' (''خدام الدین'' ۱۷ر مئی ۱۹۶۳ء)

قبور پر دعا، سماع اموات اور دیہات میں جمعہ

سوال: قبور پر دعا کرنے کا شرعی طریقہ کیا ہے، کیا اموات سنتے ہیں یا نہیں؟

(محمد ناظر، اللہ بخش، ساکنان صادقیہ آڑھت گھر بیرون دہلی گیٹ، ملتان)

جواب: وباللہ التوفیق۔ قبور پر اس طور سے دعا کرنا کہ ''اے صاحب قبر اس طرح میرا کام کردے'' تو یہ حرام اور بالاتفاق شرک ہے اور یہ بات کہ صاحب قبر کو خطاب کر کے کہنا کہ ''تم میرے لیے دعا کرو'' تو اس کا تعلق اموات کے سننے نہ سننے کے مسئلہ سے ہے جو عہد صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے اب تک مختلف فیہا ہے اور چونکہ اس کا تعلق عالم الغیب سے ہے اس لیے کوئی اس کا فیصلہ نہیں کرسکتا۔

منکرین سماع موتیٰ اس طرح خطاب کو لغو اور ناجائز کہتے ہیں اور مجوزین سماع جائز سمجھتے ہیں، مناسب وبہتر یہ کہ مزارات پر یوں دعا کرے کہ ''یا اللہ! اس فلاں مقبول (بندے) کے طفیل سے ہمارا کام کردے۔'' (ملاحظہ ہو' فتاویٰ رشیدیہ کامل، ص ۸۷ و ۹۴۔ فتاویٰ دارالعلوم امداد المفتیین، ص ۲۰ ودیگر کتب فقہ) واللہ اعلم۔ (''خدام الدین''۔ ۱۷ر مئی ۱۹۶۳ء)

سوال: دیہات میں جمعہ کی نماز کی ادائیگی جائز ہے یا نہیں؟ جبکہ مسجد میں پنج وقتہ نماز باجماعت واذان ہوا کرتی ہے کم از کم کتنے آدمیوں کے جمع ہونے پر جمعہ کی نماز کا فریضہ ادا ہوسکتا ہے؟ میں نے کسی جگہ پڑھا ہے کہ جمعہ کیلئے کم از کم تین آدمی ہوں تو اس کا پڑھنا درست ہے، واللہ اعلم

(عبدالوحید رحمانی، نواں کوٹ، خانپور)

جواب: وباللہ التوفیق۔ احناف کے نزدیک چھوٹے گاؤں اور دیہات میں اگرچہ باجماعت پنج وقتہ نماز کی ادائیگی ہوجاتی ہو مگر جمعہ واجب وادا نہیں ہوتا، کیونکہ جمعہ کے لیے مصر کا ہونا شرط ہے کما فی الشامی وفی ماذکرنا اشارة الی انه لایجوز فی الصغيرة التی ليس فيها قاض ومنبر وخطيب اس کے علاوہ فقہاء احناف کی تصریحات ہیں کہ اگر مصر کی شرائط موجود نہ ہوں تو وہاں جمعہ پڑھنا مکروہ تحریمی ہے، ہاں جس جگہ جمعہ کی نماز واجب ہو وہاں جماعت کے لیے (کم از کم) تین افراد کا ہونا شرط ہے۔ واللہ اعلم (''خدام الدین'' ۱۷ر مئی ۱۹۶۳ء)

رمضان المبارک اور قضاء عمری

سوال: (۱) رمضان المبارک کے آخری دنوں میں قضاء عمری پڑھنی کیسی ہے؟ آیا کوئی روایت وحدیث اس کے متعلق شرع میں آئی ہے؟ اور اگر نہیں تو جو مولوی پڑھائے اور جواز کا فتویٰ دے تو اس سے متعلق شریعت کا کیا حکم ہے؟

(۲) مردہ کے پیچھے ختم قرآن پڑھ کر پیسے لے اور کھانا کھائے، جمعرات کے دن کھانا کھلائے، قبریں پختہ بنائے، قبر پر مسجد بنائے، مردہ میت کے گھر میں پہلے دن کھانا کھائے اور اگر کوئی اس کے خلاف بات کرے تو برا جانے تو کیا ایسے مولوی کی تعظیم کرنی کیسی ہے؟

(محمد اسحاق، ضلع کیمبل پور علاقہ چھچھ)

جواب: (۱) مروجہ قضاء عمری کا ذکر قرآن وسنت میں کہیں بھی نہیں، بلاثبوت جو طریقہ رائج کیا جائے وہ بدعت ہے اور اس کے ارتکاب کرنے والے بدعت کا ارتکاب کررہے ہیں جو لوگ بعض کتابوں سے اس کے حوالے دیتے ہیں وہ غیر معتبر اور ناقابل فتویٰ ہیں۔

(۲) قبروں کو پختہ کرنا اور اس پر مسجد بنانا از روئے شرع بدعت وممنوع ہے۔

(۳) مجرد قرآن خوانی پر روٹی کھانا یا کچھ رقم لینا اس میں فقہاء مختلف ہیں لیکن دلائل کی رو سے راجح اور قوی یہی ہے کہ یہ ناجائز ہے خواہ بصورت اُجرت ہو یا بطریق صلہ، ہاں! اگر محض بطورِ ایصالِ ثواب میت قرآن خوانی بلا اُجرت کی جائے تو جائز اور مشروع ہے۔

(۴) مردہ کے گھر سے ضیافت کی صورت کھانا ممنوع ہے، خواہ ایک دن ہو یا تین دن یا اس سے زیادہ ''ویکرہ اتخاذالضیافة من اھل المیت'' اور اگر صدقہ کی غرض سے ہو تو مندرجہ ذیل شرائط کے ساتھ جائز ہے، ان کے بغیر جائز نہیں۔ شرائط حسب ذیل ہیں:

(۱) مال حلال ہو کسی نابالغ یتیم یا غائب وارث یا کمزور اور غریب وارث کی حق تلفی اس میں نہ ہو۔ (۲) خارجی منکرات وامورِ غیر شرعیہ کا ارتکاب اس میں نہ ہو۔ (۳) نیت ایصالِ ثواب ہو نہ ریا ونمود۔ (۴) رسم ورواج کی پابندی کا خیال اس میں نہ ہو۔ (۵) فقراء ہی کو یہ صدقہ دیا گیا ہو نہ کہ اغنیاء کو۔ (۶) اور یہ عقیدہ بھی نہ ہو کہ خاص ایام میں یہ صدقہ کا ثواب ہے اور دیگر ایام میں نہیں۔

اگر ان شرائط میں سے ایک بھی مفقود ہو تو جائز نہیں ہے جو مولوی یا امام امورِ مذکورہ کی ترویج میں کوشاں ہے اس کی حوصلہ افزائی نہیں کرنی چاہیے۔ (''خدام الدین''، ۲۴ رمئی ۱۹۶۳ء)

شیخ الحدیث مولانا محمد انوار الحق مدظلہ
مہتمم جامعہ دارالعلوم حقانیہ

اخلاق نبویؐ کا اسوۂ حسنہ

نحمده ونصلى على رسول الكريم اما بعد فاعوذ بالله من الشيطن الرجيم
بسم الله الرحمن الرحيم وَإِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ (القلم: ٤)
''تم (اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم) اخلاق کے اعلیٰ مقام پر فائز ہو''

وعن عبدالله بن عمرؓ أن رسول الله صلى الله عليه وسلم لم يكن فاحشا ولا متفحشاً وقال ان من أحبكم التى أمنكم اخلاقا (البخارى ٣٩٥٩)
''حضرت عبداللہ بن عمروؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک پر کوئی بُرا کلمہ نہیں آتا اور نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے یہ ممکن تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سب سے زیادہ عزیز مجھے وہ شخص ہے جس کی عادات واخلاق سب سے عمدہ ہوں۔''

محترم سامعین! ربیع الاول کا مبارک مہینہ شروع ہے جس میں رب کائنات نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جیسی ہستی اس کائنات میں بھیجی، جس کے وجود مسعود سے کائنات کا ذرہ ذرہ چمک اٹھا اور کائنات عرش وفرش خوشی سے جھوم گئے، اللہ تعالیٰ نے موسم خزاں (زمانہ جاہلیت) میں موسم بہار پیدا فرمایا جیسا کہ ایک عربی شاعر نے بڑے دلچسپ انداز میں اس کی منظر کشی کی ہے۔

ربیع فی ربیع فی ربیع ونور فوق نور فوق نور

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش اس کائنات کے لئے بہار ہے اور یہ بہار موسم بہار (ربیع) کے مہینے میں ہوئی، گویا اس کائنات پر نور کے اوپر نور نازل ہوا۔ بہر حال! مبارک مہینہ ہے جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا میں تشریف لائے، یہ وہ وقت تھا جس میں ہر طرف جہالت ہی جہالت تھی، تاریخ اس دور کو آج بھی زمانہ جاہلیت کے نام سے پکارتی ہے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جاہلیت کے اس دور کو علمیت وعبدیت سے بدلا، وہ قومیں

جو زمانہ جاہلیت میں ایک دوسرے کے خون کی پیاسی ہوتی تھیں، اسلام لانے کے بعد حقیقی بھائیوں سے بڑھ کر شیر وشکر اور ایک دوسرے کے محافظ ونگران بن گئے یہ تمام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق حسنہ اور اسلامی تعلیمات کا اثر تھا۔

محترم حضرات! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے کئی پہلو اور گوشے ہیں جن کا احاطہ کرنا انسانی بس کا کام نہیں، آج میں آپ حضرات کے سامنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک اخلاق کے بارے میں کچھ معروضات پیش کرنے کی کوشش کروں گا۔

اخلاق خلق کی جمع ہے اور خلق عادت اور خصلت کو کہتے ہیں، جیسا ہم کسی کے بارے میں کہتے ہیں کہ فلاں کی یہ عادت ہے اور عادت کے بارے میں اکثر ہم ایک مقولہ بھی ذکر کرتے ہیں کہ ہر چیز ختم ہو جاتی ہے مگر انسان سے عادت ختم نہیں ہوتی، انسان کی یہی عادات انسان کے اخلاق کہلاتے ہیں البتہ اخلاق شریعت کی رو سے اخلاق ان تعلقات کا نام ہے جو بندوں کے حقوق کی وجہ سے بنے ہوئے ہوتے ہیں جیسے کہ ماں باپ سے تعلق، رشتہ داروں سے تعلق، دوست واحباب سے تعلق، اساتذہ وشاگردوں سے تعلق ان تعلقات کو اگر بخوبی خوشی نبھایا جائے تو اخلاق حسنہ کہلاتے ہیں اور برائی کے ساتھ نبھایا جائے تو اخلاق سیئہ کہلاتے ہیں۔

بہرحال! اخلاق حسنہ ہی وہ عظیم دولت ہے جس سے دنیا میں خوشی، خوشحالی اور امن وامان کی فضا قائم ہوتی ہے، اس عظیم دولت کی بدولت حکومت بغیر قانون اور جبر کے تمام امور احسن طریقے سے سرانجام دے سکتی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے عالی اخلاق کے سبب عرب کے سخت دل لوگوں کے قلوب کو موم بنادیا اور اپنے ذاتی دشمنوں کو معاف فرمایا۔ ان ہی اخلاق کا اثر تھا کہ سخت سے سخت دشمن بھی اسلام کے دائرے میں داخل ہوتا گیا، اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کیا تھے؟ تو یہ سوال ام المومنین حضرت عائشہؓ سے کیا گیا:

عن سعد بن هشامؓ بن عامرقال : أتيت عائشةؓ فقلت يا أم المومن!ا خبرنى بخلق رسول الله صلى الله عليه و سلم قالت: كان خلقه القرآن أما تقرأ القرآن قول الله عز وجل وانك لعلى خلق عظيم قلت : فانى أريد أن أتبتل قالت لا تفعل أما تقرأ : لقد كان لكم فى رسول الله اسوة حسنه فقد تزوج رسول الله صلى الله عليه وسلم وقد ولدله (مسند احمد ۲۵۱۰۸)

حضرت سعید بن ہشامؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کی خدمت میں حاضر ہوا اور پوچھا کہ مجھے رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کے بارے میں بتائیں؟ تو انہوں نے فرمایا قرآن ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اخلاق ہے، کیا تم قرآن نہیں پڑھتے، اللہ تعالی فرماتا ہے کے بے شک آپ صلی اللہ علیہ وسلم اخلاق کے اعلی قدروں پر فائز ہیں۔ میں نے عرض کیا، میں تبتل (تجرد) کی زندگی اختیار کرنا چاہتا ہوں تو انہوں نے فرمایا تم ایسا نہ کرو، کیا تم قرآن مجید میں یہ نہیں پڑھتے کہ یقیناً تمہارے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی اسوہ حسنہ ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شادیاں کیں اور آپ صلی اللہ وسلم کی اولاد ہوئی۔

اس حدیث میں قرآن مجید کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق بتلایا گیا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جن احکامات و امور کا حکم قرآن مجید میں موجود ہے وہ تمام رسول اللہ صلی علیہ وسلم کی زندگی میں عملی طور پر موجود تھے اور ان منکرات سے منع فرمایا گیا جو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ممنوع تھے۔

محترم ومعزز سامعین! اخلاق کے کئی پہلو اور جہات ہیں، ان میں سب سے پہلا پہلو سچائی کا ہے، سچائی ہی ایسی صفت ہے جو ایک بہترین معاشرے کی تشکیل میں اہم کردار ادا کرتی ہے بلکہ معاشرے کی بنیادی اکائی اور اساس ہے۔ یہ صفت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں دورِ نبوت سے پہلے ہی موجود تھی اور اسی سچائی کی وجہ سے مکہ کے لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو صادق کے لقب سے پکارتے تھے، سچ بولنے کی وجہ سے انسان کئی خرابیوں اور نقصانات سے بچ جاتا ہے، سچ کے مقابلے میں جھوٹ تمام برائیوں اور گناہوں کی جڑ ہے، جب انسان جھوٹ بولنا چھوڑ دیتا ہے تو بڑے بڑے گناہوں سے بچ جاتا ہے جیسا کہ ایک شخص کا واقعہ ہے:

وروى أن واحداً جاء الى النبى صلى اللّٰه عليه وسلم وقال: انى اريد أن أومن بك إلا أنى أحب الخمر والزنا، والسرقة، والكذب، والناس يقولون: إنك تحرم هذه الأشياء ولاطاقة لى على تركها بأسرها، فإن قنعت منى بترك واحد منها آمنت بك فقال صلى اللّٰه عليه وسلم "اترك الكذب" فقبل ذلك ثم أسلم ، فلما خرج من عند النبى صلى اللّٰه عليه وسلم عرضوا عليه الخمر، فقال إن شربت وسألنى رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم عن شربها، وكذبت فقد نقضت العهد وإن صدقت أقام الحدعلىّ ، فتركها، ثم عرضوا

عليه الزنا ، فجاء ذلك الخاطر فتركه، وكذا في السرقة فعاد الى رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم وقال ما أحسن ماقلت لما منعتنى من الكذب انسدت ابواب المعاصى علىّ وتاب عن الكل(تفسير كبير)

''ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اورعرض کی کہ میں آپ پر ایمان لانا چاہتا ہوں مگر میں شراب نوشی ، بدکاری ، چوری اور جھوٹ سے محبت رکھتا ہوں اور لوگ یہ کہتے ہیں کہ آپ ان چیزوں کوحرام کہتے ہیں جبکہ مجھ میں ان تمام چیزوں کے چھوڑنے کی طاقت نہیں ہے۔ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس بات پر راضی ہو جائیں کہ میں ان میں سے کسی ایک چیز کو چھوڑ دوں تو میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کو تیار ہوں، نبی رحمت مالک کوثر و جنت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:تم جھوٹ بولنا چھوڑ دو ،اس نے اِس بات کو قبول کرلیا اور مسلمان ہوگیا جب وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے گیا تو اُسے شراب پیش کی گئی، اس نے سوچا اگر میں نے شراب پی لی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے شراب پینے کا متعلق پوچھا اور میں نے جھوٹ بول دیا تو وہ وعدہ خلافی ہوگی اور اگر میں نے سچ بولا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ پر حد قائم کردیں گے، یہ سوچ کر اس نے شراب کو چھوڑ دیا پھر اس سے بدکاری کرنے کا موقع میسر آیا تو اس کے دل میں پھر یہی خیال آیا لہٰذا اُس نے اس گناہ کو بھی چھوڑ دیا،اسی طرح چوری کا معاملہ ہوا پھر وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا ،یارسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ نے بہت اچھا کیا کہ جب میں جھوٹ بولنے سے بچا تو مجھ پر تمام گناہوں کے دروازے بند ہوگئے،اس کے بعد وہ شخص تمام گناہوں سے تائب ہوگیا۔

محترم سامعین! اس روایت سے معلوم ہوا کہ سچائی کی صفت سے متصف ہونے کے بعد آدمی تمام تر برائیوں سے محفوظ ہوجاتا ہے، آج ہمارے معاشرے میں سچائی کے فقدان اور جھوٹ کی وبا عام ہوچکی ہے، تجارت، کاروبار، دکان، بازار سے لے کر مسجد تک جھوٹ عام ہے جس کی وجہ سے ہم روز بروز تنزلی اور ناکامی کا سامنا کررہے ہیں، قرآن مجید میں اس جھوٹ کے بارے میں ارشاد ربانی ہے

لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ (آل عمران:٦١) ''جھوٹے انسان پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہوتی ہے''

اللہ تعالیٰ کی لعنت اور پھٹکار وغضب ہوتا ہے جھوٹے شخص پر تو ہم جب جھوٹ بول کر مالک الملک کو غضب ناک کر لیتے ہیں تو ہر خیر کی امید کس طرف سے رکھیں؟ یاد رکھیں! جب بھی ہم کوئی لفظ زبان سے بولتے ہیں تو فرشتے اس کو مکمل ریکارڈ کر کے محفوظ رکھتے ہیں جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ (ق: ۱۸)

وہ کوئی لفظ منہ سے نہیں نکالتے مگر اس کے پاس ہی ایک تاک لگانے والا تیار ہے۔

یعنی انسان جیسے ہی اپنی زبان سے نکالتا ہے اسے یہ نگران فرشتے محفوظ کر لیتے ہیں، یہ فرشتے ہمارے ایک ایک لفظ کو لکھتے ہیں خواہ وہ بات گناہ ومعصیت کی ہو یا ثواب کی، خیر کی ہو یا شر کی تو جب ہم جھوٹ بولتے ہیں تو یہ فرشتے جھوٹ لکھ دیتے ہیں اور جھوٹ گناہ کبیرہ ہے اور جیسا کہ آپ حضرات کو عرض کیا کہ جھوٹے انسان پر اللہ تعالیٰ کا غضب اور غصہ ہوتا ہے، جھوٹ ایسا قبیح گناہ ہے کہ اس کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے کہ جھوٹ ایمان کے منافی اور ضد ہے، جھوٹ اور ایمان اکھٹے جمع نہیں ہو سکتے۔ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

عن صفوان بن سليمؓ انه قيل لرسول الله صلى الله عليه وسلم: أيكون المؤمن حباناً؟ فقال: نعم، قيل له، أيكون المؤمن بخيلاً ؟ فقال: نعيم، قيل له: أيكون المؤمن كذاباً؟ فقال: لا (موطا امام مالك)

''حضرت صفوان بن سلیمؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ کیا مؤمن بزدل ہوسکتا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں، پھر پوچھا کیا مسلمان بخیل ہوسکتا ہے؟ فرمایا ہاں، پھر پوچھا کیا مسلمان جھوٹا ہوسکتا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں۔''

میرے محترم ساتھیو! مطلب یہ کہ مسلمان میں جھوٹ کی خباثت نہیں ہوسکتی، اس حدیث کی روشنی میں ہم اپنا محاسبہ کریں تو ہمارا ایمان بھی ڈگمگاتا ہوا محسوس ہوگا کہ آج ہم جھوٹ کو گناہ تک تصور نہیں کرتے اور برملا ہر پلیٹ فارم پر اسی جھوٹ کا سہارا لیتے ہیں۔بہرحال! نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق حمیدہ اور اوصاف مبارکہ میں اگر ہم ایک صفت پر بھی عمل پیرا ہو جائیں تو زندگی میں کافی زیادہ سکون واطمینان کے علاوہ رضائے الٰہی کا بھی باعث ہوگا۔اللہ تعالیٰ ہم سب کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مبارکہ پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی
صدر وفاق المدارس العربیہ پاکستان

نکاح میں کفو کی رعایت

یہ بات اکثر سننے اور دیکھنے میں آتی رہتی ہے کہ لوگ برادری میں نکاح کرنے کے بارے میں طرح طرح کی غلط فہمیوں کے شکار ہیں، یہ درست ہے کہ شریعت نے نکاح کے معاملے میں ایک حد تک کفو کی رعایت رکھی ہے لیکن اس کا مقصد یہ ہے کہ نکاح چونکہ زندگی بھر کا ساتھ ہوتا ہے اس لئے میاں بیوی اور دونوں خاندانوں کے درمیان طبعی ہم آہنگی ہو،ان کے رہن سہن ،ان کے طرز فکر اور ان کے مزاج میں اتنی دوری نہ ہو کہ ایک دوسرے کے ساتھ نباہ کرنے میں مشکل پیش آئے لیکن اول تو کفو کی اس رعایت کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ اگر کفو میں کوئی رشتہ نہ ملے تو یہ قسم کھالی جائے کہ اب زندگی بھر شادی نہیں ہو سکے گی، دوسرے کفو کا مطلب یہ نہیں کہ خاص اپنی برادری ہی میں رشتہ کیا جائے اور برادری کے باہر سے جو بھی رشتے آئیں انہیں غیر کفو قرار دیا جائے، اس سلسلے میں مندرجہ ذیل باتیں اچھی طرح سمجھ لینی چاہیے جنہیں نظرانداز کرنے سے ہمارے معاشرے میں بڑی غلط فہمیاں پھیلی ہوئی ہیں:

(۱) ہر وہ شخص کسی لڑکی کا کفو ہے جو اپنے خاندانی حسب نسب، دین داری اور پیشے کے لحاظ سے لڑکی اور اس کے خاندان کا ہم پلہ ہو یعنی کفو میں ہونے کے لئے اپنی برادری کا فرد ہونا ضروری نہیں بلکہ اگر کوئی شخص کسی اور برادری کا ہے لیکن اس کی برادری بھی لڑکی کی برادری کے ہم پلہ سمجھی جاتی ہے تو وہ بھی لڑکی کا کفو ہے، کفو سے باہر نہیں ہے مثلاً سید، صدیقی ، فاروقی ،عثمانی ،علوی بلکہ تمام قریشی برادریاں پائی جاتی ہیں،وہ بھی اکثر ایک دوسری کے ہم پلہ سمجھی جاتی ہیں اور ایک دوسرے کے لئے کفو ہیں۔

(۲) بعض احادیث و روایات میں یہ ترغیب ضرور دی گئی ہے کہ نکاح کفو میں کرنے کی کوشش کی جائے تاکہ دونوں خاندانوں کے مزاج آپس میں میل کھا سکیں

لیکن یہ سمجھنا غلط ہے کہ کفو سے باہر نکاح کرنا شرعاً بالکل ناجائز ہے یا یہ کہ کفو سے باہر شرعاً درست نہیں ہوتا۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر لڑکی اور اس کے اولیاء کو کفو سے باہر کوئی مناسب رشتہ مل جائے تو وہاں شادی کر دینے میں کوئی حرج نہیں ہے، کفو میں رشتہ نہ ملنے کی وجہ سے لڑکی کو مرکر بغیر شادی کے بٹھائے رکھنا کسی طرح جائز نہیں۔

(۳) شریعت نے یہ ہدایت ضرور دی ہے کہ لڑکی کو نکاح بغیر ولی کے نہیں کرنا چاہیے (خاص طور سے اگر کفو سے باہر نکاح کرنا ہوتو ایسا نکاح اکثر فقہاء کے نزدیک بغیر ولی کے درست نہیں ہوتا) لیکن ولی کو بھی یہ چاہیے کہ کفو کی شرط پر اتنا زور نہ دے جس کے نتیجے میں لڑکی عمر بھر شادی سے محروم ہو جائے اور برادری کی شرط پر اتنا زور دینا تو اور بھی زیادہ بے بنیاد حرکت ہے جس کا کوئی جواز نہیں ہے۔

ایک حدیث میں حضور سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

اذا جاء کم من ترضون دینه وخلقه فزوجوه الا تفعلوا تکن فتنة فی الأرض وفساد کبیر (رواہ الترمذی)

" جب تمہارے پاس کوئی رشتہ لے کر آئے جس کی دینداری اور اخلاق پسند ہوں تو اس سے اپنی لڑکی کا نکاح کر دو، اگر تم ایسا نہیں کرو گے تو زمین میں بڑا فتنہ وفساد برپا ہو جائے گا۔''

اسلام کا نظام اکل وشرب وفلسفہ حلال وحرام

افادات: حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ

ضبط وترتیب: مولانا مفتی مختار اللہ حقانی

امام ترمذی کی جامع السنن یعنی ترمذی شریف کے ابواب الاطعمة والاشربة کی نہایت موثر' دلنشین شرح، جدید عصری معلومات کی روشنی میں اسلام کے نظام اکل وشرب کے منفرد خصوصیات اور اسلام کے فلسفہ حلال وحرام پر اچھوتے انداز میں بحث۔

ضخامت: ۴۵۰ صفحات

برائے رابطہ: 0333-9167789 - 0313 9898998

حضرت مولانا محمد منظور نعمانیؒ
مراسلہ: حافظ خرم شہزاد، گوجرانوالہ

بزرگانِ دارالعلوم دیوبند

(دیوبند میں زمانہ طالب علمی کی چند یادیں)

الحمد للّٰہ الذی ھدانا لھذا وما کنا لنھتدی لو لا ان ھدانا اللّٰہ لقد جاء ت رسل ربنا بالحق صلوات اللّٰہ تعالیٰ علیھم وعلیٰ کل من تبعھم باحسان۔

میرے عزیز بھائیو! میں اس وقت آپ کو اپنی طالب علمی کے سلسلے کے کچھ واقعات اور تجربات سنانا چاہتا ہوں، مجھے امید ہے کہ ان شاء اللہ وہ آپ کے لیے کارآمد اور نفع مند ہوں گے، میری طالب علمی کی سرگزشت بعض پہلوؤں سے بڑی سبق آموز ہے، آپ میں سے کچھ بھائیوں کو معلوم بھی ہوگا کہ میرا اصل وطن اسی صوبہ یوپی کے ضلع مرادآباد کا مشہور اور قدیم قصبہ ''سنبھل'' ہے، میرے والد ماجدؒ کو اللہ تعالیٰ نے دنیوی دولت وثروت اور وجاہت بھی دی تھی، اسی کے ساتھ وہ اپنے خاص رنگ میں گہرے دیندار بلکہ بڑے ذاکر شاغل تھے اور ایک زمانہ میں انھوں نے بہت سخت صوفیانہ ریاضتیں بھی کی تھیں، اسی لیے وہ ''صوفی جی'' کے نام ہی سے معروف تھے، بہت سے لوگ ان کا اصل نام جانتے بھی نہیں تھے، وہ عالم نہیں تھے، علمائے حق (علماء دیوبند) سے ان کا تعلق بھی نہیں رہا تھا بلکہ کچھ ایسے غلط صوفیوں کی صحبت سے متاثر ہوئے تھے جو غالباً تھے تو مخلص اور نیک نیت لیکن ان کے بعض عقیدے بڑے گمراہانہ تھے، میرے والد صاحبؒ کا بھی اس دور میں یہی حال تھا مگر جیسا کہ میں نے عرض کیا وہ اپنی عملی زندگی میں بڑے پکے دیندار، شریعت کے نہایت پابند، ذاکر شاغل اور شب بیدار تھے، دنیا کا کام بھی خوب کرتے تھے اور اس میں بھی بہت کامیاب تھے لیکن دین اور آخرت کی فکر، دنیا کی فکر پر غالب تھی، اسی لئے وہ اپنی اولاد کو صرف دینی تعلیم دلانا چاہتے تھے اور پوری وسعت اور استطاعت کے باوجود اپنے کسی بچہ کو خالص دنیوی تعلیم یعنی انگریزی تعلیم دلانے کے بالکل روادار نہیں تھے۔ اسی واسطے انھوں نے مجھے بھی ناظرہ قرآن شریف اور تھوڑی سی اردو تعلیم کے

بعد فارسی اور پھر عربی پر لگا دیا لیکن میں تو کچھ اس وجہ سے کہ میری عمر بہت کم تھی اور ابھی میں صرف ونحو سمجھنے اور پڑھنے کے لائق نہیں ہوا تھا۔

۳۸ھ کی بات ہے جس کو اب کئی سال گذر چکے ہیں ،اس وقت میری عمر پندرہ سال کی ہو چکی تھی ، والد صاحبؒ کو پتہ چلا کہ فلاں مدرسہ میں ایک نئے پنجابی استاد آئے ہیں اور وہ بہت توجہ سے پڑھاتے ہیں ، والد صاحبؒ نے مجھے ان کے پاس بھیجنے کا فیصلہ فرمالیا، میں ایک حکیم صاحب کا تعارفی خط لے کر ان کے پاس بھیج دیا گیا، یہ مولانا مفتی محمد نعیم صاحب لدھیانوی مرحوم تھے، انھوں نے مجھ سے پوچھا کہ میں کب سے پڑھ رہا ہوں؟ میں نے بتایا کہ میں اتنے دنوں سے اس طرح پڑھ رہا ہوں ،اب میں کچھ سمجھ دار ہو چکا تھا، انہوں نے مجھ سے باتیں کیں تو اندازہ کیا کہ میں غبی اور کند ذہن نہیں ہوں ،اس سے انھوں نے سمجھ لیا کہ میرا اتنا وقت صرف اس لئے برباد ہوا اور ہو رہا ہے کہ میں نے خود پڑھنے کا ارادہ نہیں کیا ہے بلکہ صرف جبراً قہراً پڑھ رہا ہوں۔

انہوں نے مجھ سے پوچھا تو میں نے بتا دیا کہ واقعہ بالکل یہی ہے، اللہ تعالیٰ ان کو بہتر سے بہتر جزا عطا فرمائے اور ان کے درجے بلند فرمائے ،انھوں نے بڑی شفقت اور بے تکلفی سے فرمایا کہ ''بھئی! اب تم خود ہی اپنے بارے میں فیصلہ کرو، اگر اب بھی تمہارا ارادہ پڑھنے کا نہ ہو تو ہمیں صاف بتا دو ،ہم خود تمہارے والد صاحب سے مل کر انہیں سمجھائیں گے کہ وہ تمہارا وقت برباد نہ کریں، کسی اور لائن میں لگائیں اور اگر تمہارا ارادہ پڑھنے کا ہو تو ہم پھر تمہیں پڑھائیں گے اور ان شاء اللہ تم بہت جلدی پڑھ لو گے۔'' اس وقت اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں ڈالا اور میں نے ان سے کہا کہ'' اچھا! ان شاء اللہ اب میں پڑھوں گا۔'' انہوں نے مجھے اس طرح پڑھانا شروع کیا کہ'' میزان'' کے چند صفحات مقرر کر کے فرمایا'' ان کو غور سے دیکھ لو اور ان کا مضمون یاد کر لو جو بات سمجھ میں نہ آئے مجھ سے پوچھ لو، دوسرے اسباق سے فارغ ہو کر میں تمہاری جانچ کر لوں گا۔''

اس طرح انہوں نے آٹھ، دس دن میں میری ''میزان منشعب''ختم کرادی اور میں اب سمجھا کہ میزان منشعب میں کیا ہے پھر اسی طرح مہینے دو مہینے میں'' پنج گنج'' اور'' نحو میر''ختم کرادی، میں درمیان سال میں ان کے پاس گیا تھا اور شعبان تک انھوں نے ''علم الصیغہ'' اور'' ہدایۃ النحو'' تک پہنچا دیا، اب میں جی لگا کر اور اپنے ارادہ سے پڑھنے لگا لیکن اس کے بعد مولانا مفتی محمد نعیم صاحبؒ

سنبھل تشریف نہیں لائے تھے اور مجھے پڑھنے کے لئے سنبھل سے باہر بھیج دیا گیا، اس کے بعد چار سال میں مَیں نے تمام متوسطات پوری کرلیں، اس وقت ہمارے مدرسوں میں منطق وفلسفہ کا بہت زور تھا اس لئے میں نے سب سے زیادہ کتابیں منطق وفلسفہ کی پڑھیں اور اب اس کے اظہار میں کوئی مضائقہ نہیں کہ اللہ کے فضل وکرم سے میں اپنے ساتھیوں سے ممتاز رہتا تھا۔

یہاں تک میں نے جن اساتذہ سے پڑھا تھا وہ سب اسی دارالعلوم دیوبند کے تعلیم یافتہ اور فیض یافتہ تھے، اس لیے میرا ذہن بالکل دیوبندی تھا اور آگے کی تعلیم مَیں دارالعلوم (دیوبند) ہی میں حاصل کرنے کا ارادہ رکھتا تھا، میں نے اپنے والد صاحبؒ کے بارے میں ابھی بتایا تھا کہ اُن کے عقائد کچھ دوسری طرح کے تھے، ان کو ہمارے اکابر دیوبند سے بہت بُعد تھا لیکن نہ معلوم کس طرح ان کے دل میں یہ بات اللہ نے بٹھا دی تھی کہ حدیث دیوبند والے ہی اچھی پڑھاتے ہیں، اس لئے جب میں نے ان سے یہ عرض کیا کہ مَیں اب حدیث شریف پڑھنے کے لیے دارالعلوم دیوبند جانا چاہتا ہوں تو انھوں نے مجھے اجازت دے دی، جب یہ بات عام طور سے مشہور ہوئی کہ مَیں پڑھنے کے لئے دیوبند جاؤں گا تو والد صاحبؒ کے گیارھویں شریف، بارھویں شریف اور عرسوں کی محفلوں والے یارانِ طریقت نے اُن سے کہا کہ ''صوفی جی! کیا غضب ہے، سنا ہے آپ کا لڑکا دیوبند پڑھنے جائے گا؟'' تو وہ صرف یہ فرما دیتے کہ ''مجھے یقین ہے کہ وہ میرے ہی راستہ پر رہے گا۔''

الغرض! انہوں نے اپنی رائے نہیں بدلی اور میں شوال ۱۳۴۳ھ میں دارالعلوم آکر داخل ہوگیا، میں صرف دوسال باقاعدہ طالب علم کی حیثیت سے رہا، پہلے سال مشکوٰۃ شریف اور ہدایہ اخیرین وغیرہ چند کتابیں پڑھیں اور اگلے سال دَورہ۔

حضرت مدنیؒ کا مکان

میں یہاں کے زمانۂ قیام کا اس وقت کا صرف ایک واقعہ آپ کو سنانا چاہتا ہوں جس کا تعلق میرے والد ماجدؒ سے ہے، یہ مکان جس میں شیخ الاسلام مولانا مدنیؒ کا قیام تھا اور اب حضرتؒ کے گھر کے لوگوں کا قیام ہے، ہمارے زمانۂ طالب علمی میں اس میں ''مطبع قاسمی'' اور ''کتب خانۂ قاسمی'' تھا، جن بیچارے طالب علموں کو مدرسہ میں حجرہ نہیں مل سکتا تھا، اُن کو اس کے خستہ سے کمرے میں رہنے کی اجازت دے دی جاتی تھی، میں بھی انہی بے چارے کسمپرس طالب علموں میں سے ایک تھا، دونوں

سال میرا قیام اسی میں رہا، پہلے سال ربیع الاول کا مہینہ تھا اور خوب یاد ہے چودھویں تاریخ تھی اور اتفاق سے جمعہ کا دن تھا، عشاء کی جماعت کا وقت قریب تھا، میں اسی مطبع قاسمی میں بیٹھا وضو کر رہا تھا کہ اچانک والد ماجدؒ ''مطبع قاسمی'' کا پتہ پوچھتے ہوئے تشریف لے آئے، پہلے سے کوئی اطلاع نہ تھی بلکہ وہم وگمان بھی نہ تھا لیکن میرا ذہن منتقل ہوا کہ یہ ربیع الاول کا مہینہ ہے ان ہی تاریخوں میں پیرانِ کلیر کا عرس ہوتا ہے یہ وہاں عرس میں تشریف لائے ہوں گے، ان کی پیرانِ کلیر میں عرس میں حاضری کبھی قضا نہیں ہوئی تھی چنانچہ دریافت کرنے پر یہی بتایا گیا کہ'' میں کلیر شریف عرس میں آیا ہوا تھا، خیال ہوا کہ دیوبند قریب ہی ہے اس لئے وہاں سے فارغ ہوکر آگیا ہوں''میں نے عرض کیا کہ عشاء کی جماعت کا وقت ہو چکا ہے۔ وہ باوضو تھے ہم لوگوں کے ساتھ فوراً ہی مسجد میں تشریف لے آئے، اُس زمانہ میں حوض وہاں تھا جہاں اس وقت مسجد کے فرش کا آخری حصہ ہے اور چونکہ مسجد میں تنگی ہوتی تھی اس لیے حوض کولکڑی کے تختوں سے پاٹ دیا گیا تھا، اس پر بھی کبھی صفیں ہوتی تھیں، ہم لوگ ایسے وقت مسجد میں داخل ہوئے کہ نماز شروع ہو چکی تھی اور جمعہ کا دن ہونے کی وجہ سے عام طور سے تمام طلبہ صاف سفید کپڑے پہنے ہوئے تھے، جب رکوع یا سجدہ کا وقت ہوتا تو ہم لوگوں کو جو حوض کے اوپر بلندی پر کھڑے تھے ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے آسمان سے اترے ہوئے فرشتوں کی صفیں ہیں۔

مجھے خوب یاد ہے بڑا ہی نورانی منظر تھا، میں والد صاحبؒ کے بالکل برابر میں کھڑا تھا، میں نے محسوس کیا کہ والد صاحبؒ پر اس منظر کا کچھ خاص اثر پڑ رہا ہے، نماز سے فارغ ہوکر ہم لوگ اپنی قیام گاہ یعنی ''مطبع قاسمی'' میں آگئے، والد صاحبؒ کی باتوں سے میرے اس احساس کی تصدیق ہوگئی کہ وہ دارالعلوم کی نماز کے اس منظر سے بہت متاثر ہوئے ہیں۔

صبح کو فجر کی نماز کے بعد حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلویؒ کا اسی مسجد میں قرآن مجید کا درس ہوتا تھا، وہ اگرچہ دارالعلوم کے بڑے اساتذہ میں سے نہیں تھے، عمر بھی کم تھی لیکن اپنی صلاحیت اور قابلیت کی وجہ سے ممتاز سمجھے جاتے تھے اور طلبہ میں مقبول اور محبوب سمجھے جاتے تھے، اس زمانہ میں ترجمۂ قرآن دارالعلوم کے نصاب میں داخل نہیں تھا، مولانا کا یہ درس گویا پرائیویٹ اور ان کے ذاتی ذوق شوق کا نتیجہ تھا، بڑی وسیع نظر تھی اور خوب بولتے تھے، واقعہ یہ ہے کہ درسِ قرآن کا حق ادا فرماتے تھے۔ طلبہ کی بہت بڑی تعداد پابندی سے شرکت کرتی تھی، بڑا علمی نفع ہوتا تھا۔

میں نے موقع نکال کر مولانا کے کان میں اس دن عرض کر دیا کہ

''میرے والد صاحب تشریف لائے ہوئے ہیں، وہ عرس اور قوالی کے دلدادگان میں سے ہیں۔ ان کے عقائد وخیالات اس طرح کے ہیں، ہمارے بزرگوں کے بارے میں انہیں سخت بدگمانیاں ہیں اور ناواقفی کی وجہ سے یہ سمجھتے ہیں کہ ان دیوبند والوں کو تصوف اور بزرگانِ دین سے کوئی تعلق نہیں۔''

میرا مقصد یہ تھا کہ آج کے درس میں اس کا لحاظ فرمالیا جائے،حسن اتفاق سے اس دن سورۂ یوسف کا وہ مقام زیر درس تھا جہاں یہ ذکر آتا ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے (غلہ وغیرہ لانے کیلئے) جب اپنے صاحبزادوں کو مصر کے لئے رخصت کیا اور چھوٹے صاحبزادے حضرت یوسفؑ کے حقیقی بھائی بنیامین کو بھی ان کے ساتھ جانے کی اجازت دے دی تو اس وقت یہ ہدایت بھی فرمائی کہ تم سب مصر میں ایک دروازے سے داخل نہ ہونا یَا بُنَيَّ لَا تَدْخُلُوْا مِنْ بَابٍ وَّاحِدٍ وَادْخُلُوْا مِنْ اَبْوَابٍ مُّتَفَرِّقَةٍ جس کا مقصد اکثر مفسرین نے یہ بتایا ہے کہ دیکھنے والوں کی نظر نہ لگے تو آخر میں یہ بھی فرمایا تھا وَمَآاُغْنِيْ عَنْكُمْ مِنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْئٍ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ تَوَكَّلْتُ وَعَلَيْهِ فَلْيَتَوَكَّلُ الْمُؤْمِنُوْنَ۔ مولانا کاندھلویؒ نے ان آیات پر تقریر کرتے ہوئے توکل کی حقیقت اور توکل اور اسباب کے تعلق پر بھی خوب روشنی ڈالی اور اس دن عارف رومی کے اشعار بھی اس سلسلے میں سنائے، اس کے علاوہ بھی کئی مضامین تصوف ومعرفت ہی سے متعلق مولانا نے اُس دن کے درس میں ایسے بیان فرمائے جو والد ماجدؒ کے بہت ہی حسب حال تھے، اس درس سے بھی والد صاحب بہت متاثر ہوئے، رات کی نماز میں انہوں نے جو منظر دیکھا تھا اور جو نورانی کیفیات اس مجمع میں انہوں نے محسوس کیں اور پھر صبح کے درس میں جو کچھ سنا اس سے ان کا ذہن ہمارے اکابر اور ہماری جماعت کے بارے میں بہت کچھ بدل گیا۔

بزرگوں کے مزارات

درس سے فارغ ہوکر جب ہم لوگ اٹھے تو والد صاحبؒ نے فرمایا کہ میں یہاں کے بزرگوں کے مزارات پر جانا چاہتا ہوں، ہم لوگ ان کو قبرستان لے گئے، وہ پہلے حضرت شیخ الہند (مولانا محمود حسنؒ) کے مزار پر مراقب ہوکر بیٹھے اور دیر تک بیٹھے رہے، اس کے بعد حضرت (مولانا محمد

قاسم) نانوتویؒ کے مزار پر مراقب ہوکر بیٹھے اور بہت دیر تک بیٹھے اور ان کے چہرے کے رنگ سے ہم محسوس کرتے رہے کہ ان پر کوئی خاص اثر پڑ رہا ہے، وہاں سے واپسی پر فرمایا کہ ''ان حضرات کا مقام بہت ہی بلند ہے۔''اس کے بعد ہم لوگوں سے فرمایا کہ ''یہاں کے استادوں میں جو اللہ والے ہوں مجھے ان کے پاس لے چلو'' ہم سب سے پہلے حضرت میاں صاحبؒ کی زیارت وملاقات کے لیے گئے، والد صاحب ان سے بہت متاثر ہوئے، اس کے بعد حضرت شاہ صاحبؒ اور حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحبؒ کی زیارت کی، ان حضرات کی زیارت سے بھی بہت متاثر ہوئے اور ان کے بارے میں فرمایا کہ ''یہ ہر وقت ذکر میں مشغول اور صاحبِ نسبت ہیں۔''

الغرض ! ہمارے اکابر اور ہماری جماعت کے بارہ میں ان کو جو بدگمانیاں ہمیشہ سے تھیں وہ غالباً اسی دن ختم ہوگئیں اور اس کے بعد تو ان پر اللہ تعالیٰ کا بہت ہی بڑا فضل ہوا لیکن اس وقت میرا مقصد اپنی طالب علمی کے کچھ واقعات سنانا ہے، اپنے والد صاحبؒ کی سوانح عمری بیان کرنا مقصود نہیں ہے مگر جب ان کا ذکر آ گیا ہے تو ان کی ایک بات اور سنا دینا مناسب سمجھتا ہوں، ان شاء اللہ آپ بھائیوں کو اس سے بھی نفع ہوگا۔

غالباً ۱۳۵۴ھ میں والد صاحبؒ کو حج نصیب ہوا، واپسی پر تنہائی میں مجھ سے فرمایا کہ ''میں تیرے لیے کوئی چیز نہیں لایا، میں نے ایک دعا تیرے واسطے کی ہے اور وہ یہ کہ تیرے پاس کبھی دولت نہ ہو اور تجھے کبھی تنگی اور تکلیف نہ ہو اور مجھے امید ہے کہ ان شاء اللہ یہ قبول ہوگی۔'' اس بات کو ۲۶،۲۵ سال ہوگئے میں آپ کے سامنے اس بات کا اظہار بہتر سمجھتا ہوں کہ اب اللہ تعالیٰ کا معاملہ میرے ساتھ بالکل یہی ہے، میرے پاس دولت کبھی نہیں ہوئی اور الحمدللہ زندگی کی ان تکلیفوں سے مجھے کبھی واسطہ نہیں پڑا جو افلاس اور تنگی کی وجہ سے اللہ کے بندوں کو ہوتی ہیں۔ مالک کے فضل وکرم سے میری زندگی بڑی راحت اور عافیت کے ساتھ گذرتی ہے۔ مجھے یقین ہے کہ اگر بالفرض میں ڈپٹی کلکٹر ہوتا اور میری تنخواہ ہزار یا اس سے بھی اوپر ہوتی تو زندگی کی وہ راحتیں مجھے نصیب نہ ہوتیں جو اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے مجھے نصیب ہیں (بشکریہ: ہفت روزہ ''خدام الدین'' ۲۷/اپریل ۱۹۷۳ء)

☆☆☆

مولانا راحت علی صدیقی قاسمی
معروف کالم نگار، انڈیا

جود وسخا کے پیکر: حضرت عثمان غنیؓ

شرم و حیا،علم و وفا، جود سخا، ایثار و قربانی،شرافت و دیانت کی تعریف پڑھئے، تاریخ عالم کا مطالعہ کیجئے! ان اوصاف حمیدہ کی حامل شخصیات کو تلاش کیجئے! کوشش بسیار کے بعد آپ اس نتیجے پر پہنچیں گے دنیا میں اس معیار کی حامل بہت سی شخصیات پیدا ہوئیں، جن میں یہ عظیم خوبیاں موجود تھیں، انہوں نے ان خوبیوں کو اپنی زندگی میں عملی طور پر داخل کر رکھا تھا، وہ ان اوصاف حمیدہ کو اپنے لئے آزوقہ حیات اور ذخیرہ آخرت گردانتی تھیں، ان کی زندگی سے یہ خوبیاں ایسے مترشح ہوتی تھی، جیسے برتن سے پانی ٹپک رہا ہے، اس حقیقت کے باوجود اگر ان شخصیات کا آپ تقابلی مطالعہ کریں گے تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شخصیت میں آپ کو یہ خوبیاں نمایاں طور پر نظر آئیں گی۔

عزت،شہرت دولت، خاندانی عظمت سے مالا مال، پورے مکہ میں سب سے دولت مند تاجر جس کے پاس کسی شی کی کمی نہیں ہے، کسی کے سامنے جھکنے کی حاجت نہیں ہے، خاندانی عصبیت بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مخالفت کی دعوت دے رہی ہے، قلب کی شفافیت، مزاج کی صالحیت ایمان کی دعوت دے رہی ہے، محبت رسول کا تقاضہ کر رہی ہے، چنانچہ جب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے آپ کو حق کی دعوت دی اور اسلام کے معنی ومفہوم سے آگاہ کیا، آپ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر فوراً اسلام قبول کر لیا اور نبی اکرمؐ کے عشق میں گرفتار ہوگئے، خاندانی عصبیت قلبی کیفیت سے شکست کھا گئی، حضرت عثمان کا تعلق بنوامیہ کے خاندان سے تھا، چنانچہ بنوامیہ شمع ہدایت کو گل کردینا چاہتے تھے، خاندانی تعصب نفرت چپقلش اس بات کو گوارا نہیں کرتی تھی کہ ہاشمی خاندان عزت وشہرت ،عظمت و سربلندی حاصل کرے، آخری نبی کا اعزاز انہیں حاصل ہو جائے، تاریخ کے سینے پر اس حقیقت کو دلیل فراہم کرتی بہت مثالیں موجود ہیں لیکن قلبِ عثمان حق کا متلاشی تھا، وہاں یہ عصبیت کارگر نہ ہوئی، اور اسلام قبول کر کے مکہ کے سب سے بڑنے تاجر نے مہاجر اول ہونے کا شرف حاصل کیا، اپنوں کی سختیاں جھیلیں ناگواریاں برداشت کیں، سب کچھ برداشت کیا، اسلامی تقاضوں پر کھڑے رہے، حتی کہ داعی اجل نے حق جل مجدہ سے ملاقات کی دعوت دے دی۔

حضرت عثمانؓ کی سخاوت و فیاضی کی مثالیں نادر و نایاب ہیں، اسلام کی سربلندی اور

مسلمانوں کی ضروریات کے لئے انہوں نے دولت کو پانی کی طرح بہایا، جب مسلمانوں کے لب پیاس کی شدت سے خشک ہوئے جارہے تھے، دراہم و دنانیر کی قلت ان کے گلوں کو خشک کر رہی تھی، پیاس کی شدت سے بہت سے بچوں کے حلق میں کانٹے کھڑے ہوجاتے تھے، پیسے کی اتنی فراوانی نہیں تھی کہ ہر شخص پانی خرید سکے، حضرت عثمانؓ نے بیس ہزار درہم میں بیر معونہ خرید کر مسلمانوں کو پیاس کی شدت سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے نجات دلا دی، اسی طرح جب مسلمانوں کی تعداد میں اضافہ ہوا اور مسجد نبوی تنگ محسوس ہونے لگی، ہر مسلمان کی خواہش تھی کہ مسجد نبویؐ کا مصلی ہو اس خواہش کو پورا کرنے کے لئے عثمان غنیؓ نے قدم بڑھایا، مسجد نبویؐ میں توسیع کا انتظام کیا، جب جب مسلمانوں کے سامنے ضروریات سانپ کی طرح پھن پھیلانے لگتیں، عثمانؓ اس پھن کو کچل دیتے، مسلمانوں کے مسائل و مصائب کو ختم کر دیتے تھے۔

اسلامی تاریخ کا سب سے اہم موقع ہے، دور حاضر کی عظیم ترین طاقت سے مقابلہ ہے، طویل سفر ہے، ہتھیار کی قلت ہے ذرائع و وسائل کی کمی ہے، سواریاں نہیں ہیں، تپتی ہوئی ریت پر قدم رکھنا ہے، پیٹوں پر پتھر باندھنا ہے، کھانا، ہتھیار، سواریاں، ہر شے کی قلت ہے، کائنات کے سردار نے اعلان کیا، اسلام کی سربلندی کے لئے اعانت و مدد کی خواہش کا اظہار کیا، تمام صحابہؓ اپنی بساط بھر مال و دولت لے کر آقائے نامدارؐ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے، یہ وہ موقع ہے، جسے تاریخ نے عثمانؓ کی سخاوت کے لئے بے مثال اور لازوال بنادیا، چنانچہ آپ نے تقریبا گیارہ ہزار افراد کا مکمل انتظام کیا، ان کا کھانا پینا ہتھیار سواری، ہر شئے کا انتظام کیا، مورخین نے لکھا ہے کہ ان فوجیوں کا تسمہ تک بھی حضرت عثمانؓ کے پیسوں سے لیا گیا تھا، جو حفاظت اسلام کے لئے عظیم ترین خدمت تھی، مسلمان ہتھیار سے لیس ہو کر میدان کارزار کی جانب نکل پڑے، مسلمانوں کا جوش جذبہ اور قربانیاں اس معیار کی تھیں، دنیا کی عظیم طاقت نے میدان میں قدم نہ رکھنے میں ہی اپنی خیریت سمجھی، اور مسلمان پوری کائنات پر غالب آگئے، حضرت عثمانؓ کی سخاوت کے واقعات تاریخ کے صفحات پر موتیوں کے مثل ہیں، سخاوت آپ کے مزاج کا حصہ تھی، غلاموں کو آزاد کرنا، یتیموں، مسکینوں کو روٹی فراہم کرنا ان کا مشغلہ تھا، وہ زندگی بھر مسلمانوں کی خدمات انجام دیتے رہے، چنانچہ جب آپ کو خلیفہ بنایا گیا، اس وقت خلیفہ کا وظیفہ مقرر ہوتا تھا، چنانچہ آپ کا سالانہ وظیفہ پانچ ہزار درہم تھا، آپ نے وظیفہ کبھی نہیں لیا، اور اسے مسلمانوں کی تعمیر و ترقی کے لئے استعمال کیا آپ کی خلافت کا زمانہ بارہ سال کے طویل عرصہ کو محیط تھا، اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ آپ نے کس درجہ مسلمانوں کی نصرت فرمائی، آپ کی پوری زندگی مسلمانوں اور اسلام کی خدمت پر مشتمل تھی، جان مال ہر شئے مسلمانوں کی فلاح پر قربان تھے، حکم نبی

کے سامنے ہر شئے ہیچ تھی، آپ کے جذبہ کا عالم یہ تھا، کہ نبی کا حکم ہے تو تنہا کفار ومشرکین کے درمیان پیغام حق لے کر پہنچ جاتے ہیں، جان کی پرواہ ہے نہ عزت و آبرو کی حالانکہ صحابہؓ کو بھی آپ کی موت کی خبر ملتی ہے، جس کے ضمن میں بیعت رضوان وجود پذیر ہوتی ہے، دست نبیؐ آپ کا دست قرار تھا جس سے بڑھ کر اعزاز شاید کوئی نہیں ہوسکتا ہے، عثمان رضی اللہ عنہ کے لئے انتہائی عزت وشوکت عظمت و احترام کی بات تھی، آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کی جانب سے بیعت کی، خدا نے اس بیعت کو جو حضرت عثمانؓ کے بدلہ کے لئے لی گئی تھی بیعت رضوان قرار دیا۔

حضرت عثمانؓ انتہائی باحیا تھے، آپ صلی علیہ وسلم بھی آپ کی صفت حیا کا لحاظ فرماتے تھے، آپ کی حیا کا عالم یہ تھا کہ در و دیوار نے بھی آپ کا جسم مبارک نہیں دیکھا، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی زندگی میں ایثار وقربانی کے بہت سے واقعات ملتے ہیں لیکن میں اس واقعہ اور اس مرحلے کا ذکر کرنا چاہتا ہوں جہاں بڑے بڑے سورما حوصلہ ہار جاتے ہیں، ہمت توڑ جاتے ہیں، جب جان پر بن آتی ہے تو اچھے اچھوں کے پسینے چھوٹ جاتے ہیں، حضرت عثمانؓ کی شہادت ان کی زندگی کا وہ حساس اور اہم ترین پہلو ہے، جو انہیں غیر معمولی طور پر عظیم بناتا ہے، آپ نے جان قربان کردی، اعزا و اقربا کو قربان کردیا لیکن ہاتھوں کو اپنوں کے خون سے رنگین نہیں کیا، اقدام تو دور کی بات ہے، دفاع کو بھی پسندیدہ نہیں کیا اور روزہ کی حالت میں اپنے محبوب حقیقی سے جا ملے، آپؓ کی زندگی نصرت دین کی سچی تصویر ہے، آپؓ نے ہمیں دین کی خدمت کا طریقہ سکھایا اور سخاوت وایثار کے حقیقی معنی سے متعارف کرایا، ہم فضول خرچی کو سخاوت سمجھ بیٹھے ہیں، عزت و ناموری نام ونمود کے لئے پیسے خرچ کرتے ہیں اور خود کو حاتم طائی گردانتے ہیں، عثمان رضی اللہ عنہ کی زندگی ہمیں پیغام دیتی ہے کہ اللہ کی راہ مسلمانوں کی پریشانی کو ختم کرنے کے لئے خرچ کیا جائے، نصرتِ دین خداوندی کو مقصد بنایا جائے، اشاعت دین وتبلیغ دین کو حرز جاں بنایا جائے، اور زندگی کو صحیح منہج پر لایا جائے، یہی پیغام حضرت عثمانؓ کی زندگی سے عیاں ہوتا ہے، ان اہم ترین کاموں کے علاوہ حضرت عثمانؓ کی زندگی سے ایک بہت اہم نکتہ ہمیں ملتا ہے، جو آپ کے یہاں غلام لونڈیاں قید کر کے لائے جاتے، آپ انہیں اسلام کے محاسن ومحامد، اس کی خوبیاں اور حقائق پر مطلع کرتے اور انہیں اسلام کا خوگر بنانے کی کوشش کرتے، اس سے ہمیں پیغام ملتا ہے کہ اگر ہمارے ماتحت کچھ غیر مسلم افراد ہیں تو ہم انہیں دین کی حقیقت سے روبرو کرائیں اور دعوت کی ذمہ داری کو انجام دیں۔ حضرت عثمان غنیؓ خلیفہ ثالث داماد رسولؐ اور ۳۵واں یا ۳۶واں مسلمان ہیں، اشاعت دین میں آپ کی قربانیاں آب زر لکھنے کے لائق ہیں، آپ نے بے پناہ خدمات انجام دی، جن کا ان سطروں میں احاطہ ممکن نہیں ہے، آپ کی زندگی کا مطالعہ کیجئے اور عملی زندگی میں ان کی سیرت کا رنگ بھرنے کی کوشش کیجئے۔

جناب محمد اویس سنبھلی

مولانا عتیق الرحمٰن سنبھلیؒ

مختصر سوانحی خاکہ

(آخری قسط)

ایران کا سفر

۱۹۷۸ء میں ایران کی سرزمین پر اسلامی شریعت کا نفاذ اور اسلامی طرز حیات کا قیام کے عنوان سے ''اسلامی انقلاب'' تحریک کا آغاز ہوا تو اس تحریک سے وابستہ افراد شاہی حکومت سے پوری طاقت کے ساتھ متصادم ہوگئے، دنیا بھر کے اخبارات میں اس سے متعلق خبریں جگہ پانے لگیں، اس تحریک کی قیادت روح اللہ خمینی صاحب فرمارہے تھے، اُس وقت ان کا قیام پیرس میں تھا اور وہ جلاوطنی کی زندگی گزار رہے تھے لیکن ایران میں اُن کی تحریک کی جڑیں بہت مضبوط اور گہری تھیں، یہی سبب تھا کہ وہ تحریک کی کامیابی کے بعد پوری شان وشوکت کے ساتھ ۱۱ر فروری ۱۹۷۹ء کو ایران تشریف لائے اور ملکی قیادت اپنے ہاتھ میں لے لی۔ یہ اس تحریک کی کامیابی کی پہلی منزل تھی۔

اس انقلاب کی کامیابی کی تیسری سالگرہ کے موقع پر ایران میں ایک پروگرام رکھا گیا جس میں دنیا بھر کے سیکڑوں علماء کو شرکت کی دعوت دی گئی، مولانا عتیق الرحمٰن سنبھلی اُس وقت برطانیہ میں مقیم تھے، اُن سے بھی اس پروگرام میں شرکت کے لیے کہا گیا، تقریباً ۱۲ر دن اُنھوں نے تہران میں قیام کیا، وہاں سے واپسی کے تقریباً ایک سال بعد مولانا نے اپنے خیالات وتاثرات اور اس سفر کی کہانی قلمبند کی۔ یہ کہانی اولاً ماہنامہ الفرقان (لکھنؤ) بابت مارچ اپریل ۱۹۸۳ء میں شائع ہوئی اور نظر ثانی کے بعد اسے کتابی شکل میں بھی شائع کیا گیا، سفر ایران کے تعلق سے مولانا سنبھلی کی اس کتاب سے دو اقتباس یہاں نقل کیے جارہے ہیں:

[سفر ایران] ''یہ دسمبر کے آخر یا جنوری ۱۹۸۲ء کے شروع کی بات ہے اور بس جنوری کے آخر ہی میں ایک دن نئے نئے متعارف ہونے والے ایک مہربان کا ٹیلیفون آیا کہ فروری میں (۱۱ر فروری کو) ایران کے انقلاب کی تیسری سالگرہ ہے، کیا آپ اس میں شرکت کے لیے تہران

کا سفر پسند کریں گے؟ یہ مہربان لندن میں ایک ایسے مسلم ادارے کے ذمہ دار ہیں جو انقلابِ ایران دوست اور وہاں کے متعلقہ ایرانی ذمہ داروں کا معتمد ہے۔ مجھے یہ نوعیت اُس وقت تک معلوم بھی نہ تھی، اُن کے اس کہنے سے اندازہ ہوا کہ ''سفارت خانے سے ایسے اصحاب کے نام مانگے گئے ہیں، اگر آپ آمادہ ہوں تو ہم آپ کا نام بھیجنا چاہتے ہیں'' مجھے کچھ تامل ہوا، اس لیے بعض سوالات کیے، اور اس کے بعد یہ سوچ کر اسے قبول کر لینے میں زیادہ دیر نہیں لگائی کہ میں آج کل خیالات کی جس کش مکش میں پھنسا ہوا ہوں یہ اس سے نکلنے کا بہترین موقع ہے، بہرحال ۲ر فروری کو یہ سفر ہوگیا اور ۱۴ر تک وہاں قیام رہا، ۱۵ر کو واپسی تھی۔ بارہ دن کی اس مدت میں جو کچھ دیکھنا، سننا، مطالعہ کرنا ممکن تھا، اس میں ادنیٰ دریغ نہیں کیا۔ تقریباً روز مرہ کے صبح و شام بھرے ہوئے پروگرام تھے، مشکل ہی سے کوئی پروگرام چھوڑا، بارہ دن کے اس قیام ایران کے، اس گفتگو کے سیاق وسباق کی مناسبت سے جن مشاہدات اور تجربات کا ذکر ضروری تھا، وہ مع اپنے تاثرات کے زیادہ تر شروع میں آگئے ہیں، البتہ انقلاب اور اس کی قیادت کے بارے میں جو کچھ ایک قطعی رائے اور فیصلہ اس سفر کا مقصود تھا وہ آخر تک حاصل نہ ہوسکا چنانچہ ایک حیص بیص کی کیفیت ہی میں واپسی ہوگئی۔

[متاعِ سفر] وقت گزرا اور طبیعت بھی کچھ بہتری کی طرف مائل ہونا شروع ہوئی حتیٰ کہ اللہ کا پورا ہی کرم کچھ دنوں کے لیے ہوگیا تو اس مطالعے کی یادداشت کے اوراق حافظے میں لپٹے پڑے تھے، انھیں کھولنا اور دیکھنا شروع کیا، پوری تصویر مرتب ہوگئی اور ذہن کو ایک قطعی فیصلہ بھی مل گیا جو وہی تھا جو حرمین میں ایرانی حجاج کی نعرہ بازیوں سے پیدا ہوا تھا کہ ایران کا انقلاب بے شک ''اسلامی انقلاب'' ہے مگر مطلق اسلامی نہیں بلکہ ''خاص شیعہ اسلامی'' شیعیت والا اسلام بھی قائم کرنا مقصود ہے اور خود شیعیت کو عالم اسلام اور ہوسکے تو اس سے بھی آگے تک، پر حاوی کرنا بھی! اس فیصلہ میں اُن مشاہدات اور مطالعہ میں آنے والے حالات کے علاوہ کچھ دوسرے مشاہدات ومطالعات بھی دخیل تھے۔''

ایران کے اس اسلامی انقلاب نے پوری دنیا کی توجہ اپنی طرف مرکوز کی اور اس کے مختلف پہلوؤں کے بارے میں ہر طبقہ کے لوگ اظہار کرتے رہے ہیں لیکن مولانا عتیق الرحمٰن سنبھلی نے اپنی کتاب ''انقلاب ایران اور اس کی اسلامیت'' (ایک سفر خیال کی سرگزشت) میں انقلاب ایران کی اسلامیت کا جائزہ لیا اور مکمل غیر جانب داری اور توازن کے ساتھ اس کے اُن پہلوؤں پر روشنی ڈالی جن کی وجہ سے اسلام پسند افراد کو اس ''اسلامی انقلاب'' کے ساتھ ہمدردی ہوئی، ساتھ ہی مولانا نے

اس کتاب میں ان گوشوں کی بھی نشاندہی کی ہے جو اس سفر کے موقع پر اُن کے مشاہدہ میں آئے جو لوگ انقلاب ایران کے بارے میں سنجیدگی ، غیر جانبداری کے ساتھ معلومات حاصل کرنا چاہتے ہیں اُن کے لیے مولانا سنبھلیؒ کی یہ کتاب بہترین رہنما ثابت ہوگی۔

حجاز مقدس کی دوسری حاضری

مولانا عتیق الرحمٰن سنبھلی کا یہ سفر ہندوستان سے ہوا۔۱۰ تا ۱۸ جنوری ۲۰۱۶ء کا عرصہ حجاز مقدس میں گزرا، رفیق سفر برادر محترم ہارون نعمانی تھے،اس سفر سے واپسی پر مولانا سنبھلی نے ایک مختصر سفر نامہ لکھا جس میں سے چند سطریں یہاں نقل کرنے کو جی چاہتا ہے کہ اس سے مولانا کے ذوق و مزاج کا ایک اہم پہلو سامنے آتا ہے۔

جدہ سے بس لینا تھی،بس اسٹیشن پر پہنچتے ہیں تو دیکھتے ہیں کہ میاں شمعون موجود ہیں جبکہ ہم سمجھ رہے تھے کہ ان سے ملاقات اب مدینہ منوّرہ ہی میں ہوگی۔وہ ہم سے جدا ہوکر جدہ میں مقیم اپنی بہن (عالیہ سلمہا) کے گھر چلے گئے تھے اور وہاں سے بہنوئی (ذیشان سلمہ) کو لے کر جدہ کے بس اسٹاپ پر آگئے تا کہ مکہ معظّمہ کا ہمارا سفر کار سے ہو،دل سے دعا نکلی کی عزیز بچوں نے کیسی راحت کا سامان کردیا لیکن یہ لوگ اس ارادہ سے آئے تھے کہ ہم پہلے عالیہ و ذیشان کے گھر جائیں اور وہاں کچھ ستا کے عازمِ بیت اللہ ہوں، ارادہ بے شک بڑا سعادت مندانہ تھا مگر اپنے لیے آزمائش ہوگئی، چالیس برس کے بعد اُس گھر کے لیے نکلنے کی توفیق پائی تھی جسے اللہ نے لوگوں کے لئے پروانہ وار لوٹ لوٹ کر آنے کی جگہ (مَثابَۃً لِلنّاس)فرمایا ہے، پھر بھی آستاں بوسی سے پہلے کسی اور گھر میں ستانے کو جا اُتریں! چنانچہ ہم نے ان کا یہ نیک ارادہ جاننے کے بعد معذوری ظاہر کی کہ ہم کو سیدھے مکہ مکرمہ جانا ہے لیکن وہ دونوں یہ پروگرام بنا کر آئے تھے کہ ہمیں گھر لے جائیں گے اور گھر سے ابن ذیشان،فرحان سلمہ،ہمیں لے کر مکہ مکرمہ جائیں گے۔پس گھر جانا تو ناگزیر ہوا جس نے آزمائش دو آتشہ کردی کہ وہاں عالیہ سلمہا ہمیں اپنے گھر خوش آمدید کہنے کو دروازہ پر کھڑی تھیں،اب اللہ جانے ہم نے اچھا کیا یا برا، دل پتھر کرلیا اور دروازہ کے اندر قدم رکھنے کو تیار نہ ہوئے، جبکہ یہ بھتیجی جدہ کی ساکن ہوکر شاذ و نادر ہی مل پانے کی بنا پر ہمیں تو عزیز تر ہو ہی گئی ہے۔

مولانا عتیق الرحمٰن سنبھلی کی تصنیفات وتالیفات

محفل قرآن

چھ جلدوں پر مشتمل ایک بالکل نئے طرز کی تفسیر، جس میں قرآن کی تہوں میں موجود نور و بصیرت کے خزانوں کو آشکارا کرنے میں نئے زمانے کی نفسیات اور اس کی ذہنی ساخت کو پیش نظر رکھ کر ایک عام سوچنے سمجھنے والے شخص کے لیے تحریر کی گئی ہے تا کہ بآسانی رہنمائی حاصل کی جا سکے۔

واقعہ کربلا اور اس کا پس منظر (ایک نئے مطالعہ کی روشنی میں)

تاریخ اسلامی کے نہایت تکلیف دہ، نازک اور حساس واقعہ پر یہ اپنی نوعیت کی وہ پہلی کتاب تھی، جس میں علمی امانت داری اور شخصیات کے احترام کا دامن کسی طور نہیں چھوڑنے دیا گیا تھا، آج یہ کتاب اس سلسلہ میں ایک اہم علمی مرجع شمار ہوتی ہے۔

حیاتِ نعمانی

اپنے والد ماجد (حضرت مولانا محمد منظور نعمانیؒ) کی سراپا جہد وعمل زندگی کا حسین مرقع، جس نے دین وملت کی فکر و خدمت میں بسر ہوئی، یہ کتاب مولانا نعمانی کی ۹۲ ربرس پر محیط زندگی کو بہت خوبی کے ساتھ پیش کرتی ہے اور اردو زبان کے سوانحی ادب میں ایک گرانقدر اضافہ ہے۔

طلاقِ ثلاثہ اور حافظ ابن القیم

حافظ ابن قیم کی طلاقِ ثلاثہ پر کی گئی بحث کا ایک تنقیدی جائزہ، جو یہ حیرت انگیز انکشاف سامنے لاتا ہے کہ اس بحث میں خود حافظ ابن قیم اپنا موقف چھوڑ گئے تھے۔

مجھے ہے حکم اذاں

مولاناؒ کے ۱۷رعلمی، دینی، تنقیدی اور تاثراتی مضامین کا مجموعہ ہے۔

راستے کی تلاش

ہندوستانی مسلمانوں کے مسائل پر مولانا کے ادارتی مضامین کا ایک انتخاب جو آج بھی مسلمانانِ ہند کے لیے راستے کی تلاش کا کام آسان کر دیتا ہے۔

انقلاب ایران اور اس کی اسلامیت

یہ ۱۹۸۲ء میں کیے گئے سفر ایران کے مشاہدات وتاثرات کا مجموعہ ہے، جس میں بطور خاص

ایرانی انقلاب کی اسلامیت پر گفتگو کی گئی ہے۔گذشتہ سطور میں اس کا تفصیلی ذکر آچکا ہے۔

درس قرآن

حضرت مولانا محمد منظور نعمانیؒ نے ایک طویل عرصہ تک لکھنؤ کے تبلیغی مرکز میں ہفتہ واری درس قرآن دیا، یہ سلسلہ بیس برس سے زائد عرصہ تک جاری رہا جن میں سے ۵۷ دروس الفرقان کے مختلف شماروں میں شائع ہوئے تھے، ان دروس کو مولانا عتیق الرحمٰن سنبھلی نے والد ماجد کے حکم پر مرتب فرمایا، یہاں یہ وضاحت بھی ضروری ہے کہ مولانا نعمانیؒ ملی کاموں کے سلسلہ میں کثرت سے اسفار کیا کرتے تھے لیکن وہ ہمیشہ اس کی فکر کرتے کہ تبلیغی مرکز میں درس قرآن کا ناغہ نہ ہونے پائے ، ایسے میں وہ اپنی جگہ مولانا سنبھلی کو یہ ذمہ داری سونپ کر جاتے، اس طرح بارہا ایسا ہوا کہ مولانا نعمانی کی عدم موجودگی میں مولانا سنبھلی نے تبلیغی مرکز میں قرآن کا درس دیا۔

تحدیث نعمت

یہ مولانا سنبھلی کے والد ماجد کی خودنوشت سوانح ہے جو''الفرقان'' میں قسط وار شائع ہوئی، مولانا نے اس کی ترتیب وتکمیل کا کام انجام دیا۔

اپنے چھوٹوں سے حسن سلوک

مولانا عتیق الرحمٰن سنبھلیؒ کی زندگی کا ایک بہت اہم پہلو اپنے چھوٹوں کے ساتھ ان کا برتاؤ تھا، وہ نہایت بلند مقام عالم ومفکر تھے، ان کی ذہنی صلاحتیں نہایت اعلیٰ تھیں، غور وفکر کی سطح وہ تھی کہ کم ہی لوگ ان کے ہم پایہ تھے، لیکن اس بلندی واعلیٰ مقامی کے باوجود وہ اپنے چھوٹوں سے گفتگو کرتے تو ان کو ان کے چھوٹے ہونے کا احساس نہیں ہونے دیتے، ملّی مسائل اور ملکی سیاست پر چھوٹوں سے خوب تبادلہ خیال کرتے، ایسی مجلس بہترین مربی ہوتی تھیں، چھوٹوں سے خوب سنتے پھر اپنی بات کہتے، کوئی کچھ اشکال ہوتا تو پھر غور سے سنتے اور اسے دور کرنے کی کوشش بھی کرتے۔

اس کے علاوہ گھر اور خاندان کے ہر فرد کی اصلاح بھی کرتے جو غلطی یا کمی دیکھتے اس پر ٹوکتے، غلطی واضح کرتے اور اس کو چھوڑنے کی تاکید کرتے، شفقت وتربیت دونوں کا خیال رکھتے اور دونوں کے تقاضے پورے کرتے۔

اخلاق وعادات

مولانا عتیق الرحمٰن سنبھلی قدما کا چلتا پھرتا نمونہ تھے۔ انھوں نے اپنے بزرگوں کو جس حال

میں دیکھا تھا وہاں سب سے بڑی پونجی صبر وقناعت تھی۔ وہ پوری زندگی اس پر کارفرما رہے، تعلیم سے فراغت کے بعد عملی زندگی کا ایک بڑا عرصہ اسی پونجی کی رہین منت رہا ہے، شان وشوکت اور کروفر کے بجائے صبر وشکر کی وہ عملی تصویر تھے۔ چونکہ انھیں زندگی کی حقیقت معلوم تھی اس لیے وہ ہر طرح کے مصائب کو خندہ پیشانی سے قبول کرنے کے لیے تیار رہتے تھے۔

مولانا نے زندگی اور اس کی نعمتوں کو صبر وشکر کے جذبے سے گزارا۔ تنگی وعسرت کے زمانے میں بھی کسی کو خبر نہ ہوسکی اور جب قدرت نے رزق کو کشادہ کیا تو اوپر والے ہاتھ کو نیچے والے ہاتھ کی خبر نہیں ہونے دی۔

ہندوستان میں مولانا کی زندگی کا بیشتر حصہ آزمائش ومشکلات کا رہا البتہ برطانیہ میں جانے کے بعد ابتدائی دور میں بھی صورت حال ایسی ہی تھی، مگر وظیفہ یاب ہونے کے بعد اللہ نے رزق میں جو کشادگی عطا کی تو انھوں نے عزیزوں اور قرابت داروں کا اس طرح خیال رکھا کہ کسی کو کانوں کان خبر نہ ہوسکی، برطانیہ میں زندگی کے معمولات بھی ہندوستان ہی کی طرح تھے۔

مولانا ہمیشہ جلد سونے کے عادی تھے اور صبح کی اولین ساعتوں میں بیدار ہوجاتے، مولانا کو چائے بے حد مرغوب تھی بلکہ اس کو نہایت اہتمام سے نوش فرماتے تھے، کبھی کبھی یہ محسوس ہوتا کہ شاید مولانا پر ''غبار خاطر'' کا اثر ہے، چائے کے علاوہ پھل کا بھی شوق تھا اور بہت پسندیدگی کے ساتھ کھاتے تھے، مولانا نے چھوٹوں سے الفت ومحبت کا تعلق رکھا اور بڑوں کے ادب واحترام میں کسی قسم کی کمی واقع نہ ہونے دی، انہوں نے زندگی کے لمبے سفر کو حسن اخلاق اور معاملات کی صفائی سے طے کیا، ایمان و یقین کو انھوں نے ہر حال میں ترجیح دی، غالبًا اسی وجہ سے نہ کبھی ان کے پائے استقامت میں لغزش آئی اور نہ کبھی کجرویوں کو اپنے سے قریب ہونے دیا، اب تو نیکی دکھانے اور بتانے کے لئے کی جاتی ہے جبکہ مولانا اس کا چلتے پھرتا نمونہ تھے، جانے والے کی یہ چیزیں بار بار یاد آتی ہیں اور اشک بار کرجاتی ہیں۔

بیماری اور سفر آخرت

۲۰۱۸ء میں مولانا سنبھلی برطانیہ سے ہندوستان آئے تو مختلف بیماریوں نے اُنھیں گھیرلیا، بیماریوں کے سبب کمزوری اتنی بڑھی کہ برطانیہ واپسی کا ارادہ ترک کرنا پڑا، چار برس تک یہی صورت حال رہی، علاج ومعالجہ چلتا رہا، کبھی اُن کی صحت کے متعلق اچھی خبر سننے کو ملتی تو کبھی طبیعت کے زیادہ

بگڑ جانے کی، یہاں تک کہ آخری وقت آن پہنچا۔

تقریباً ۹۵؍برس قبل سرزمین سنبھل کے نعمانی خاندان میں ایک آفتاب عتیق الرحمٰن بن محمد منظور نعمانی کی شکل میں نمودار ہوا، وقت کیساتھ یہ آفتاب بڑھا، روشن ہوا، مشرق سے لیکر مغرب تک دنیا کو روشن کیا، ۹۵؍برس تک پوری آب و تاب کیساتھ چمکتا، اپنی کرنوں کو بکھیرتا ہوا ۲۳؍جنوری ۲۰۲۲ء کو غروب آفتاب کے بعد دہلی میں خود بھی غروب ہوگیا انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مولاناؒ کا جسد خاکی دہلی سے سنبھل لایا گیا، نماز جنازہ بعد نماز ظہر احاطہ انجمن معاون الاسلام، سنبھل میں دارالعلوم دیوبند کے استاذ حضرت مولانا مفتی محمد سلمان منصور پوری صاحب نے ادا کرائی، بعد ازیں 'خانوادۂ نعمانی' کے آبائی قبرستان میں تدفین عمل میں آئی۔نماز جنازہ میں کثیر تعداد میں علماء کرام، سماجی و سیاسی شخصیات اور شہر کے سرکردہ افراد نے شرکت کی۔اللہ تعالیٰ بال بال ان مغفرت فرمائے اور جنت کی نعمتوں سے نوازتے ہوئے اعلیٰ علیین میں مقام خاص نصیب فرمائے۔آمین۔

ہماری آنکھ شناورؔ ہوئی ہے کیا نمناک
سخن سراؤں سے زہرا جبیں چلے گئے ہیں

(شناورؔ اسحاق)

اس مضمون کا اختتام راقم حروف کے نام مولاناؒ کے ایک تین سطری خط پر مناسب معلوم ہوتا ہے جو انھوں نے راقم کی ترتیب کردہ کتاب ''باغ سنبھلی کی شعری کائنات'' کے (دہلی) پہنچنے پر تحریر کیا تھا:

السلام علیکم ورحمۃ اللہ! عزیزم! تمہاری کتاب سے واقعی بڑی خوشی ہوئی، مگر میں کچھ لکھنے کے قابل حال میں نہیں ہوں۔بس وقت پورا کر رہا ہوں۔اللہ عافیت سے گزروا دے اور پھر مغفرت کا معاملہ فرمائے، گناہوں کا حساب نہ لے کہ

تو غنی از دو عالم من فقیر روز محشر عذر ہائے من پذیر

والسلام:
عتیق

(۲۸؍اپریل ۲۰۱۸ء)

جناب سید حسان میاں

جامعہ مدنیہ لاہور

اسلامی نظامِ تعلیم سے متعلق چند سوالات

پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ،خلافتِ راشدہ، بنوامیہ، بنوعباس ،، سلطنت عثمانیہ وسلطنت مغلیہ کا نظامِ تعلیم وتربیت کیا تھا، اپنی بساط کے مطابق تحقیق سے جو کچھ سمجھا اس کا خلاصہ پیش خدمت ہے:

۱۸۵۷ء سے پہلے تک مسلمانوں کا نظام تعلیم و تربیت ثنویت سے پاک، یکساں نظام رہا ہے۔ تعلیم و تربیت کے لئے جو اسکول و کالج وغیرہ تھے انہیں مکتب کہا جاتا تھا، جہاں مختلف علوم وفنون کے ماہرین تعلیم وتعلم جاری رکھنے کے ساتھ ساتھ عصری و مذہبی تقاضوں کو پورا کیا کرتے تھے یعنی رائج الوقت بنیادی تعلیم سے تقریباً سب ہی آشنا تھے، اب یہاں ایک بنیادی چیز سمجھئے وہ نظام تعلیم (Education System) ایسا ہی تھا جیسے فرض عین وفرض کفایہ۔ اب آپ سوچیں گے یہ کیا ہے؟ تو ذرا غور کیجیے! فرض عین : وہ ہے جو شریعت کی یقینی دلیل سے ثابت ہو اس کا کرنا (سوائے عذرِ شرعی کے) ہر حال میں ضروری ہو، اسلام میں فرضِ عین صرف مذہب کی بنیادی تعلیم ہے مثلاً نماز روزہ حج زکوٰۃ اور اس سے متعلق بنیادی ضروری احکام کا جاننا ہر مسلمان پر فرض ہے کہ روزمرہ کے معمولات میں حرام و حلال میں فرق کر سکے اور یہ تعلیم آپ چھ ماہ سے ایک سال کے دورانیہ میں حاصل کر سکتے ہیں۔

فرض کفایہ

وہ ہے جس کا کرنا قوم کے ہر فرد پر ضروری ہے لیکن بعض لوگوں کے کر لینے سے سب کی طرف سے ادا ہو جائے گا، جیسے نمازِ جنازہ اور کسی بھی علم وفن میں تخصص ،مثلاً کچھ افراد کسی بھی لائین میں تخصص (Specialization) کر رہے ہیں تو یہ بنیادی طور پر یہ تمام افراد اپنے اپنے شعبوں میں پوری قوم و علاقہ کے لوگوں پر ہوئے فرض کی ادائیگی کر رہے ہیں، کوئی عالم دین (Spicalization in Islamic Studies) بن رہا ہے تو وہ پوری قوم کی طرف سے علمِ دین کا کی خدمت کا فرض ادا کر رہا ہے اسی طرح کوئی عصری علوم میں سائنسدان بن رہا ہے تو پوری قوم کی طرف سے اس فرض کی ادائیگی

کر رہا ہے جو اللہ کی طرف سے اس پر لاگو کیا گیا۔

بہرحال! یہ نظامِ تعلیم ایسا تھا کہ اسی نے ہمیں عصری تقاضوں کو پورا کرنے کے لیے سیاروں کے مدار کا ارض مرکزی فاصلہ، جغرافیہ اور سیاروں کی حرکت کے اصول وضوابط کے مرتب کرنے کے لئے یعقوب بن طارق (۶۹۶)، ہندوستانی فلکیاتی علوم سنسکرت سے عربی میں تراجم کے لئے محمد بن ابراہیم الفزاری (۸۰۶)، کیمیا میں جابر بن حیان (۸۱۵)، حیوانات ونباتیات میں الاصمعی (۸۳۱)، ریاضی (الجبرا کے بانی)، علم النجوم، جغرافیہ میں الخوارزمی (۸۵۰)، اجرام فلکی کی حرکات پر تحقیق وتحریر کیلئے الفرغانی (۸۶۰)، آبی گھڑی کی تخلیق کرنے والے اور فضا میں پرواز کی پہلی کوشش کرنے والے ابن فرناس (۸۸۷)، کیمیائی مرکب الکحل کی دریافت کرنے والے ابوبکر الرازی (۹۲۵)، منطق (logic) کی علمی گروہ بندی کرنے کیلئے دوسرے ارسطو الفارابی (۹۵۰)، دیئے، پہلی بار وسیع پیمانے پر تاریخ اور جغرافیہ کو پیوست کرتے ہوئے کتب تحریر کرنے والے المسعودی (۹۵۶)، جدید آپریشن کے موجِد (انہوں نے آپریشن میں کام آنے والے بہت سے آلات واوزار بنائے جو اب تک استعمال ہو رہے ہیں) ابوالقاسم الزہراوی (۱۰۱۳)، روشنی کسی چیز پر پڑتی ہے تب ہم اس کو دیکھتے ہیں، اس بات کو ثابت کرنے کے لئے ریاضی کا سہارا لیا جو اس سے پہلے کسی نے نہیں کیا تھا، اس نظریہ کے بانی ابن الہیثم (۱۰۳۹) دیئے، دنیا کے مشہور ومعروف مرخ فلسفی سیاست دان (جنہوں نے قوم کے عروج زوال پر ایسا جاندار مقدمہ تحریر کیا کہ دنیا کی نامور یونیورسٹیز اسے اپنے نصاب میں شامل کرنے پر مجبور رہیں) ابنِ خلدون (۱۴۰۶) دیئے جبکہ بعینہٖ اسی دورانیہ میں اسی نظام تعلیم نے ہمیں مذہبی تقاضوں کو پورا کرنے کے لیے فقہ حنفی کے بانی امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت (۷۶۷)، فقہ مالکیہ کے بانی مدینہ منورہ کے مشہور امام مالک بن انس (۷۹۵)، اہل حجاز کے بڑے علما میں سفیان بن عیینہ (۸۱۴)، جرح وتعدیل (یعنی راویوں کو قابل اعتماد قرار دینے یا نہ دینے کے فن) کے امام یحییٰ بن معین (۸۴۸)، مسلمانوں کی حدیث کی مشہور کتاب صحیح بخاری کے مصنف محمد بن اسماعیل بخاری (۸۷۰)، مسلمانوں کی حدیث کی مشہور کتاب صحیح مسلم کے مصنف مسلم بن حجاج (۸۷۵)، حدیث کی مشہور کتاب جامع ترمذی کے مصنف ابوعیسی الترمذی (۸۹۲)، جرح وتعدیل کے مشہور امام ابن ابی حاتم رازی (۹۳۸) جو احکام سے متعلق احادیث کے سب سے بڑے مجموعوں میں سے ایک ہے ''سنن الکبریٰ'' کے مصنف امام احمد بن حسین البیہقی (۱۰۶۶)، علومِ حدیث کے مرتب کرنے والوں میں خطیب بغدادی (۱۰۱۷)، حدیث، فقہ واسماء الرجال کے فن کے امام قربطہ اسپین کے ابن

عبدالبر(۱۰۱۷)، دیئے۔

غور کیجیے! ایک ہی زمانہ میں یہ بڑے بڑے محدثین وسائنسدان حضرات! یہاں کچھ سوالات ذہن میں آتے ہیں آیئے مل کرغور وفکر کریں! کیا مذکورہ محدثین وفقہاء میں اختلافات ہوتے تھے؟ کیا سائنسدانوں میں آپس میں اختلافات تھے؟ کیا دینداروں اور سائنسدانوں میں آپس میں اختلافات تھے؟ کیا ان حضرات کے ہاں آپس کا اختلاف بھی ہماری طرح کا اختلاف تھا؟ کیا ان حضرات کے آپس کے معاملات میں اخلاقی اقدار واعلیٰ ظرفی پائی جاتی تھی؟ کیا یہ بھی ہماری طرح دین پڑھ کر دنیا والوں سے متنفر وبیگانہ یا دنیا پڑھ کر دین سے بیزار والحاد کے راستے پر تھے؟ یہ حضرات آپس میں ایک دوسرے کو کس طرح سے دیکھا کرتے تھے؟ کیا یہ حضرات آپس میں ایک دوسرے کو ایسی عزت سے نہیں دیکھتے تھے کہ فلاں سائنسدان سائنس کے میدان میں یا فلاں مفسر ومحدث علمِ دین کے میدان میں ہم سب کی طرف سے خدمات انجام دے رہا ہے؟

نوٹ: ان تمام سوالات کے جوابات کی تلاش ہمیں انہی کے دور کے بنیادی ماخذ (Primary Sources) سے درکار ہیں تو اب انہیں سوالات پر اکتفا کرتے ہیں۔

ماہنامہ ''الحق'' کی خصوصی اشاعت

بیادشہید اسلام وناموس رسالت امام الشہداء

شیخ الحدیث حضرت مولانا سمیع الحق (۴ جلدوں میں)

تذکرہ وسوانح ،فضل وکمال، عالمانہ ومحققانہ عظمت شان محدثانہ جلالت قدر، تدریسی، تقریری، اصلاحی، تصنیفی جہادی اورسیاسی کارناموں پر مشتمل علمی وتاریخی دستاویز، بالخصوص افغانستان کے چالیس سالہ جہاد مجاہدین کی سرپرستی اور طالبان کی فتوحات وانقلابات میں تاریخی کردار، اہل علم و دانش کے دلچسپ تاثرات ومشاہدات، افادات وملفوظات اور بیشمار جواہر پاروں کا حسین مجموعہ مولانا شہیدؒ کی ایمان افروز داستان حیات، شہادت اورسفرآخرت پرتقریباً ساڑھے تین سو سے زائد نامور اہل علم وقلم کی طرف سے خراج عقیدت ومحبت پرچار ضخیم جلدوں پر مشتمل قیمتی دستاویز۔

قیمت: 3000/ روپے

رابطہ اورمنگوانے کیلئے: دفتر ماہنامہ ''الحق''، جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

0315-9898998-03339167789-0923-630435 Email editor_alhaq@yahoo.com

مولانا سید حبیب اللہ شاہ حقانی
مدرس جامعہ دارالعلوم حقانیہ

سفرنامہ سینگال و گیمبیا مغربی افریقہ

قسط (۱)

جناب پیر سید زاہد شاہ گیلانی صاحب گوجرانوالہ سے تعلق رکھتے ہیں، دعوت وتبلیغ سے وابستگی کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان کے دل میں یہ بات ڈالی کہ ہر عمر کے افراد کے لئے (چاہے وہ زندگی کے کسی بھی شعبہ سے تعلق رکھتے ہوں) قرآن مجید کے کلاس شروع کیے جائیں، اسی کو مقصد بنا کر انہوں نے کام شروع کیا، گوجرنوالہ میں کارخانوں، ہوٹلوں، شادی ہالوں، مستری خانوں وغیرہ تک خود گئے، مالکان سے ملاقاتیں کیں، قرآن کریم سیکھنے کی اہمیت وفضیلت بیان کی، انہیں ترغیب دی کہ آپ کے ماتحت جتنے حضرات ہیں اور انہوں نے قرآن نہیں پڑھا اور اب پڑھنا چاہتے ہیں ان کے لیے روزانہ ۲۰ منٹ میں کسی عالم وقاری کو بھیج دیا کروں گا وہ انہیں قرآن سکھائے گا، مالک تیار ہوجاتا اور یوں قرآن کلاس بن جاتی، قاری صاحب روزانہ پڑھانے جاتے اور شاہ صاحب خود نگرانی فرماتے، یوں قلیل عرصہ میں درجنوں افراد نے قرآن کریم سیکھ لی، شاہ صاحب نے یہ سلسلہ گوجرانوالہ تک محدود نہیں رکھا بلکہ آپ جہاں بھی تشریف لے گئے وہیں قرآن کریم کی فضیلت بیان کی، پڑھنے کی ترغیب دی، تشویق کے لیے بعض ویڈیوز دکھائے اور قران کلاس شروع کرادی، پنجاب کے دور دراز دیہات سے لے کر کراچی کے سپر مارکیٹوں تک قرآن کلاسز شروع ہوچکی ہیں۔

گزشتہ سال اپنے احباب جناب انجینئر ضیاء خٹک کے پاس آدم زئی نوشہرہ تشریف لائے، ان سے اپنی آمد کا مقصد بیان کیا کہ افریقہ میں کام کی بہت ضرورت ہے، انہوں نے مولانا وصال احمد حقانی صاحب (سابق ناظم دفتر تعلیمات جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک) سے ملاقات کروائی، مولانا وصال صاحب احقر کے مشفق ومہربانوں میں سے ہیں، آپ نے انہیں افریقہ کے احوال سے آگاہ کیا، مولانا وصال صاحب انہیں جامعہ دارالعلوم حقانیہ لے آئے، تخصص فی الدعوۃ والارشاد کے کلاس میں قرآن کلاسز کے حوالے سے انہوں نے شرکا سے بات بھی کی، مغرب کے بعد جامعہ ابو ہریرہ خالق آباد تشریف لے گئے وہاں مولانا محمد قاسم حقانی صاحب نے طلبہ سے مہمانوں کا تعارف کروایا اور شاہ

جی کو دعوت خطاب دی۔ بہر حال! یہیں سے شاہ جی سے دوستانہ تعلق استوار ہوا، شاہ جی قرآن کلاسز کی کارگزاری بھی بھیجتے رہتے۔

۴ر ستمبر ۲۰۲۲ کو ان کا پیغام پہنچا کہ سینیگال کے بڑے پیر شیخ محمد منتقیٰ نے ان کے سالانہ پروگرام ''مگل'' میں شرکت کی دعوت دی ہے، اتفاق سے اسی رات میں نے خواب دیکھا کہ ملاوی افریقہ گیا ہوں اور وہاں کے مشائخ اور علماء سے مل رہا ہوں، میں نے اپنی خواہش کا اظہار کیا کہ اگر ممکن ہو تو میں بھی رفیق سفر بن جاؤں، ٹکٹ وغیرہ کے بارے بات چیت کی، شاہ جی اس سے خوش ہوئے اور ۱۰ ر ستمبر کی ٹکٹ کروائی، ٹکٹ کنفرم ہونے کے بعد احقر نے اپنے مشائخ واساتذہ بالخصوص استاد مکرم شیخ الحدیث حضرت مولانا انوار الحق صاحب مدظلہ (مہتمم جامعہ حقانیہ وسینئر نائب صدر وفاق المدارس) سے رخصت طلب کی، انہوں نے بخوشی اجازت مرحمت فرمائی اور ساتھ میں ایک کام بھی ذمہ لگایا کہ افریقہ میں یہ معلومات کرنا، اسی طرح مؤتمر المصنفین کے صدر، شعبہ تخصصات کے انچارج اور ماہنامہ ''الحق'' کے مدیر اعلیٰ استاد محترم حضرت مولانا راشد الحق سمیع سے بھی اجازت طلب کی، انہوں نے بشرط واپسی چھٹی دی، انہی دنوں چونکہ مدرسہ کے ششماہی امتحانات چل رہے تھے اور امتحان کے بعد کوئی چھٹی بھی نہیں تھی، اس لئے اجازت لینا ضروری تھی، امتحانات جمعرات ۹ر ستمبر کو مکمل ہوئے تو احقر نے حضرت الاستاد شیخ الحدیث مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب سے بھی مشورہ کیا اور جملہ صورتحال سے آگاہ کیا، اللہ تعالیٰ سب اساتذہ کا سایہ تادیر قائم ودائم رکھے (آمین)۔

۱۰ر ستمبر کو احقر اپنے چھوٹے ماموں قاری اشفاق احمد صاحب کے ہمراہ اسلام آباد ائیر پورٹ پہنچا، ماموں جان کو رخصت کیا اور خود اندر گیا، سامان وغیرہ کی چیکنگ کے بعد بورڈنگ پاس کے حصول کے لئے کاؤنٹر پہنچا، پاسپورٹ، ٹکٹ اور ویزہ کے کاغذات حوالہ کی تو بتایا گیا کہ آپ کا ''اوکے ٹو بورڈ'' نہیں ہوا، ہم آپ کو جانے نہیں دے سکتے، کافی انتظار کیا، شاہ جی کی بھی بات کروائی مگر قدر اللہ ماشا فعل اور فرمان سیدنا علی المرتضیٰ عرفت ربی بفسخ العوازم کے بموجب واپس ہوا، شاہ جی فوراً ٹکٹیں کینسل کروائی اور کچھ اضافی چارجز بھی ادا کرنا پڑے، انہوں نے سینیگال رابطہ کیا اور ''او کے ٹو بورڈ'' اور دیگر قانونی تقاضے پورے کروائے اور ۱۵ ستمبر کی ٹکٹ کروالی۔

۱۵ر ستمبر کو دوبارہ ائیر پورٹ پہنچا، بورڈنگ پاس کے حصول میں کوئی مشکل پیش نہیں آئی البتہ ایف آئی اے کے ایک لیڈی اہلکار نے پوچھا کہ کیوں جا رہے ہو؟ انہیں دعوت نامہ دکھایا اور مقصد سے آگاہ کیا تو وہ چھٹا کلمہ سنانے کا کہنے لگی، چھٹا کلمہ سنایا اور اس نے ''ایگزٹ'' کی مہر لگوائی۔

انتظارگاہ میں بیٹھا تو چند نوجوان بھی آ گئے جو محنت و مزدوری کی غرض سے مختلف عرب ممالک جارہے تھے، کوئی خوش لگ رہا تھا تو کوئی پریشان، اللہ تعالیٰ سب بیروزگاوں کو رزق حلال کمانے کے وسائل مہیا فرمادے (آمین)

صبح تین بجے جہاز نے پرواز کیا اور دبئ ٹائم ۳ گھنٹے کے اڑان کے بعد دبئ پہنچا، دبئ میں دو گھنٹے رک کر آگے سنیگال کے لیے روانہ ہونا تھا لہٰذا جیسے ہی جہاز سے اترا دوسرے ٹرمینل کی طرف بھاگا، ڈیوٹی پر موجود ایک اہلکار نے بتایا کہ ٹرمینل یہاں سے کافی فاصلے پر ہے ٹرین میں چلے جا جلدی پہنچ جاؤ گے، ٹرین کے ذریعے دوسرے ٹرمینل پہنچا، ابھی وقت تھا، وضو بنایا اور آ کر اپنے رفقائے سفر کا انتظار کرنے لگا کیونکہ انہوں نے لاہور سے دبئ آنا تھا، تھوڑی دیر انتظار کیا، ویٹنگ روم میں بیٹھا ہی تھا کہ جناب پیر زاہد شاہ گیلانی صاحب اپنے داماد جناب سید مقبول احمد شاہ گیلانی کے ہمراہ ویٹنگ روم پہنچے، ان سے معانقہ و مصافحہ کیا، سفر کے احوال دریافت کیے، تھوڑی دیر میں زون کے لحاظ سے جہاز میں سوار ہونے کا اعلان ہوا، سب اپنی اپنی سیٹوں پر پہنچے، میری سیٹ ان حضرات سے الگ تھی، میری سیٹ کھڑکی کی طرف تھی، ساتھ والی سیٹ خالی تھی جب کہ دوسرے سیٹ پر ایک سنیگالی شہری بیٹھا تھا، جہاز نے جب اڑان بھری تو ان سے بات چیت شروع کی، ان کا نام منتقی تھا، ٹرانسپورٹ کا کام کرتے تھے، کراچی بھی آئے تھے، طیارہ گنی کنا کرے (جو کہ مغربی افریقہ کا ایک ملک ہے) میں رُکا، وہاں بعض لوگ اترے اور دبئ جانے والے سوار ہوئے، ایک گھنٹہ جہاز ہی میں بیٹھے رہے، ظہر کی نماز جہاز ہی میں ادا کی، یہیں سے اس ملک کی فٹ بال ٹیم بھی سوار ہوئی، جن کے کیپٹن میرے اور منتقی کے درمیان بیٹھے، سیلفی کے بڑے شوقین تھے، جگہ جگہ سیلفیاں بنواتے رہے۔

بہرحال! عصر کے وقت سنیگال کے دارالحکومت ڈکار کے ایئر پورٹ پر اترے، جہاز کا یہ سفر تقریباً دس گھنٹے پر محیط تھا، پہلے نماز ادا کی اور پھر امیگریشن کے معاملات میں مصروف ہوگئے، ایئر پورٹ پر شاہ جی آگے تھے، امیگریشن عملے کو دعوت نامہ اور ویزہ دکھایا تو نہایت احترام سے پیش آئے، پاسپورٹ پر ویزہ لگوایا، ایک آفیسر ہمیں وی آئی پی کے دروازے سے باہر لے گیا، سامان وغیرہ بھی چیک نہیں کیا گیا کیونکہ سب پیر شیخ منتقی سے بہت عقیدت و محبت رکھتے ہیں، ہمارے میزبان شیخ محمد کانت (فاضل جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ)، شیخ وہاج (فاضل جامعہ عربیہ رائیونڈ لاہور) اور ان کے ہمراہ دیگر حضرات تین گاڑیوں کے ساتھ کھڑے تھے، انہوں نے خوش آمدید کہا، سامان وغیرہ اٹھایا، گاڑیوں میں رکھا اور ڈکار ایئر پورٹ سے ''طوبیٰ'' شہر کی جانب روانہ ہوئے۔

طوبیٰ کے بارے میں بتانے سے قبل سینگال کے بارے میں بتانا ضروری ہے۔

سینگال مغربی افریقہ میں واقع ایک اسلامی ملک ہے، اس کے مشرق میں مالی،شمال میں ماریطانیہ،جنوب گنی اور گنی بساؤ واقع ہے،اس کے علاوہ تین سوکلومیٹر طویل ملک گیمبیا اس کے اندرونی طرف واقع ہے مغرب کی طرف بحراوقیانوس ہے، اس کی دارالحکومت ڈکار ہے، سرکاری زبان فرانسیسی جبکہ مقامی زبان وولف ہے، یہاں کا موسم اکثر گرم رہتا ہے،ننانوے فیصد آبادی مسلمانوں کی ہے، جبکہ ملک کی کل آبادی ڈیڑھ کروڑ سے زیادہ ہے،۱۹۶۰ء میں یہ ملک ایک معاہدہ کے تحت فرانس سے آزاد ہوا، مونگ پھلی یہاں کی سب سے بڑی پیداوار ہے، آم کے درخت بھی کثیر تعداد میں ہیں۔مشہور اور لذیذ کھانا مچھلی اور چاول ہے جوکہ ایک خاص طریقے سے پکاتے ہیں، اکثر ہوٹلوں پر بھی یہ کھانا دستیاب ہوتا ہے، سیاح بھی یہاں بہت آتے ہیں۔

گیارہویں صدی میں اس خطے میں اسلام آیا ہے، ایک مقامی شخص کے مطابق حضرت عمرؓ کے زمانے میں اسلام آیا، بہرحال! یہاں کے لوگ کسی نہ کسی روحانی سلسلے کے پیروکار ہیں اور صوفیائے کرام کے بڑے عقیدت مند ہیں،سینگال کے دوسرے مشہور شہروں میں طوبی، رچرڈ ٹال، متام، ڈیوربل، بگنونہ اور کولڈا وغیرہ شامل ہیں،سینگال میں تعلیم یافتہ لوگوں کی تعداد ۵۲ فیصد ہے۔

''طوبیٰ'' صوفی روایات اور سینگال کا مقدس ترین شہر سمجھا جاتا ہے،فرانسیسی نوآبادیاتی حکام نے اس خطے میں مریدیہ صوفی سلسلے کے بانی شیخ احمد بامبا کو بطور سزا اسی شہر میں جلاوطن کیا تھا، شیخ احمد بامبا نے اس شہر کی بنیاد ۱۸۸۸ء میں رکھی تھی اور اس کے بعد سے اس کی آبادی میں انتہائی تیزی سے اضافہ ہوا ہے کیونکہ ملک کے دوسرے حصوں سے مرید جوق در جوق آ کر یہاں آباد ہوئے، اب طوبیٰ شہر دارالحکومت ڈکار کے بعد ملک کا دوسرا بڑا شہر بن چکا ہے اور اس کی آبادی تقریباً پندرہ لاکھ نفوس پر مشتمل ہے۔

شیخ احمد و بامبا کون تھے؟ شیخ احمد بامبا کا تعلق سینگال کے ایک قدیم علمی اور روحانی خاندان سے تھا، آپ کے والد شیخ محمد بن حبیب اللہ سلسلہ قادریہ کے مشہور شیخ طریقت اور عالم دین سمجھے جاتے تھے، شیخ بامبا ۱۸۵۴ء کو امبا کی بول جربل میں پیدا ہوئے، آپ نے ابتدائی عمر میں ہی قرآن سیکھا اور دیگر اسلامی علوم کی تعلیم حاصل کی، آپ نے طلب دین کے لیے کم عمری میں دور دراز کے اسفار کیے، کہا جاتا ہے کہ پندرہ سال کی عمر میں انہوں نے تصوف پر سولہ سو مصرعوں پر مشتمل ایک نظم لکھی تھی جو آج بھی بہت مشہور ہے۔شیخ بامبا توحید ورسالت ،تصوف وسلوک،عبادات واخلاق، معاشرت اور

حمد و نعت جیسے عنوانات و موضوعات پر سینکڑوں قصائد لکھے ہیں اور ایسی فصیح عربی میں کہ عرب کو بھی اسے پڑھ کر رشک آتا ہے، شیخ بامبا نے قرآن کریم کے ہر ہر حرف پر قصیدہ اور شعر لکھا ہے، ان کے قصائد کے لیے الگ لائبریری بنائی گئی ہے۔

ان کے اشعار و قصائد میں مریدوں کی تربیت بھی ہوتی ہے چند ابیات بطور نمونہ ملاحظہ ہوں

وصف المريد تركه الاراده لوجه من يفعل ماأراده

من لم يرد شيئا سوى مولاه يصل له وخيره أولاه

فاسلك على يدى مربّ ناصح يقود للإله بالنواصح

فمن تعلق بواصل وصل ومن تعلق بعكسه انفصل

شیخ بامبا کی زندگی کا اکثر حصہ فرانسیسی استعمار کے خلاف جہاد میں گزرا، ان کی ایک کرامت بہت مشہور ہے کہ فرانسیسی فوج جب انہیں قید کر کے براستہ سمندر لے جارہی تھی تو بحری جہاز میں نماز کا وقت ہوا، شیخ نے نماز پڑھنی چاہی مگر اجازت نہ مل سکی تو شیخ فوراً سطح سمندر پر نماز پڑھنے لگے اور سمندر نے انہیں نہیں ڈبویا، اسے دیکھ فرانسیسی بھی حیران ہوئے۔

شیخ کے کرامات، حالات و واقعات پر بہت ساری کتابیں لکھی گئی ہیں جن میں سے اکثر عربی اور فرانسیسی میں ہے، بعض کا انگریزی میں بھی ترجمہ ہوا ہے، ان کے پڑپوتے جناب شیخ احمد بمبا الخذیم بن الشیخ محمد منتقی البشیر نے احقر کو ان کی حیات و خدمات پر تین کتابیں عنایت فرمائیں جو کہ انہوں نے خود تالیف فرمائی تھیں، اللباب نامی کتاب میں ہے کہ شیخ احمد بامبا اور ان کے مریدوں کو فرانسیسیوں کی طرف سے طرح طرح کی تکلیفیں پہنچیں، ہر سال ۱۸ رصفر کو اہتمام کے ساتھ انہیں ستایا جاتا۔

ایک مرتبہ شیخ نکلے تو کوئی تکلیف نہیں پہنچائی گئی، جس پر بطور تشکر انہوں نے دنبے کو ذبح کیا، اب ہر سال مریدیہ قادریہ سلسلے کے لوگ اس سالانہ اجتماع پر ملک بھر سے طوبی شہر میں آتے ہیں، یہ اجتماع طوبی شہر کی سب سے بڑی مسجد میں ہوتا ہے، جہاں صوفی سلسلے مریدیہ کے بانی شیخ احمد و بامبا کی قبر بھی ہے، اس موقع پر طوبی کی سڑکوں پر ہر طرف ہجوم ہی ہجوم ہوتا ہے اور دور دور تک ٹریفک جام ہو جاتی ہے، اس اجتماع کا نام ''گرینڈ مگل'' ہے، ایک روایت کے مطابق جس دن فرانسیسی نوآبادیاتی حکام نے شیخ احمد بمبا کو بطور سزا اسی شہر میں جلاوطن کیا تھا، اس دن کو ''سیرگنی طوبی'' کے نام سے جانا جاتا ہے۔

یہ اس مغربی افریقی ملک کی تاریخ کا ایک اہم دن سمجھا جاتا ہے، اس دن ملک بھر سے لاکھوں زائرین شیخ احمد بمبا کا کلام پڑھتے ہیں اور مقبرے پر حاضری دیتے ہوئے ان کے لیے دعائیں کرتے ہیں، ہر گھر میں باہر سے آئے ہوئے مہمانوں کیلئے مہمان نوازی کا اہتمام ہوتا ہے، دنبے، بکرے اور اونٹ اہتمام کے ساتھ ذبح کیے جاتے ہیں، اپنے گھر مہمانوں کے لیے خالی کرواتے ہیں اور خود گلیوں میں بیٹھ جاتے ہیں، ایک اندازے کے مطابق ہر سال پچیس لاکھ سے زائد لوگ اس اجتماع ''مگل'' میں شرکت کرتے ہیں۔

یہ سالانہ اجتماع ویسے تو ایک مذہبی تہوار ہے لیکن اس کی سیاسی اہمیت بھی ہے، ملک کے تمام بڑے سیاستدان بشمول صدر اس میں شامل ہوتے ہیں تاکہ عوام کی پسندیدگی حاصل کرسکیں، سینگال کی نوے فیصد آبادی مسلمانوں پر مشتمل ہے اور ان میں سے سب سے زیادہ صوفی سلسلے مریدیہ کے ہی پیروکار ہیں، یہی وجہ ہے کہ سینگال کی معیشت اور سیاست میں اس صوفی سلسلے کا انتہائی اہم کردار ہے، احمد و بمبا وقت کے ساتھ ساتھ لوگوں میں انتہائی مشہور ہوتے گئے اور ان کے صوفیانہ کلام کی وجہ سے ان کے پیروکاروں کی تعداد میں بھی اضافہ ہوتا گیا۔

یہ وہ وقت تھا، جب فرانسیسی نوآبادیاتی حکومت خطے میں مختلف علاقوں پر قبضہ کر رہی تھے، فرانسیسی نوآبادیاتی حکومت بمبا کی بڑھتی ہوئی شہرت سے پریشان تھی اور اسے ڈر تھا کہ ان کے پیروکاران کے خلاف بغاوت کر دیں گے، فرانسیسی حکومت نے احمد و بمبا کو فرار ہونے پر مجبور کر دیا، پیروکاروں میں اس وقت کے کئی قصے کہانیاں مشہور ہیں، کئی روایات میں احمد و بمبا کی کرامات مشہور ہیں کہ کس طرح انہوں نے لوہے کی زنجیروں سے خود کو آزاد کروایا اور نماز ادا کی، اسی طرح یہ کہانی بھی مشہور ہے کہ وہ پانی پر چل سکتے تھے، تاہم ان روایات کی تصدیق تو ممکن نہیں ہے لیکن یہ واضح ہے کہ احمد و بامبا فرانسیسی قبضے کے خلاف تھے اور ایک اسلامی حکومت کا قیام چاہتے تھے، فرانسیسی حکام کو بعدازاں احساس ہوا کہ وہ کوئی مسلح جدوجہد نہیں چاہتے تھے اسی وجہ سے کئی برس بعد فرانسیسی حکام نے ان کا تعاون حاصل کرنے کے لئے انہیں ایک اعلیٰ ترین اعزاز دینے کا فیصلہ کیا لیکن انہوں نے یہ قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ تب فرانسیسی حکام نے انہیں ''طوبیٰ'' میں اپنی سرگرمیاں جاری رکھنے کی اجازت دیے رکھی، فرانسیسی حکام کے مطابق احمد و بمبا کے ساتھ اچھے تعلقات ان کے اپنے معاشی مفادات کے لیے کارآمد ثابت ہو سکتے تھے، احمد و بمبا کی وفات انیس سو ستائیس میں ہوئی اور انہیں وہاں ہی دفن کیا گیا۔ (جاری ہے)

ادارہ

افکار و تاثرات

حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ کا مجاہدانہ کردار:

مولانا محمد سلیمان حقانی کلاچوی

مخدوم ومکرم حضرت مولانا راشد الحق سمیع صاحب زید مجدکم۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! اللہ کرے مزاج گرامی بخیر وعافیت ہوں۔

جب بھی نومبر کا مہینہ آتا ہے تو استاد مکرم شیخ الحدیث حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی یادیں لے کر آتا ہے اوران کی مظلومانہ شہادت کا نوحہ کرنے کو جی چاہتا ہے، یہ چند سطریں حضرت شہیدؒ کے متعلق ارسال خدمت ہیں: ''حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ ایسے مجاہد اور معلم تھے جنہوں نے ہر باطل قوت اور طاقت کا مقابلہ کیا تھا، حدیث شریف میں آیا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے سب سے افضل جہاد ظالم حکمران کے سامنے حق بات کہنی ہے تو مولانا سمیع الحق شہیدؒ نے وقت کے ہر ظالم حکمرانوں سے حق بات کہی ہے اس لئے مدرسہ دارالعلوم حقانیہ ان کو بُری طرح چبھتا تھا وہ تو مجاہد بھی تھے اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے وارث بھی تھے اور انہوں نے تعلیم میں بھی اپنا حق ادا کیا تھا، تصنیف وتالیف، منبر ومحراب، سیاست الغرض! ہر میدان اور محاذ پر اسلام کا دفاع کیا۔ مولانا صاحبؒ نے آج کے علماء کو بتا دیا کہ اس زمانے میں ایسے علما اور مجاہد موجود ہیں جنہیں حضرت عمرؓ اور حضرت عثمان غنیؓ کی طرح شہادت نصیب ہوئی اگر کوئی اس زمانے میں حسن بصریؒ جیسے زاہد، سفیان ثوریؒ جیسے متقی اور امام غزالیؒ جیسے فلسفی دیکھنا چاہتے ہیں تو حقانیہ کے شیوخ کو دیکھیے، ہر حال میں حق بات کا اظہار کریں گے، برسر منبر نہیں تو برسر دار کریں گے، حضرت امام حسینؓ نے جو خطبہ دیا تھا اب تو اس پر عمل کرنے کی ضرورت ہے، مولانا شہیدؒ نے اس خطبے کی صداقت وحقانیت کو اپنی رگوں میں کشید کرلیا جب نچوڑا گیا تو شہادت کا خون بن گیا اور ان کا جذبہ جہاد شوق شہادت کی تکمیل اللہ تعالیٰ نے اس طرح کردی کہ دشمنان اسلام وناموس رسالتؐ نے انہیں اپنے ہی گھر پر آ کر شیخ اسامہ بن لادن شہیدؒ کی طرح شہید کردیا۔ بالآخران کی طلب شہادت اور دعائے شہادت حضرت عثمان غنیؓ کی دعا کی طرح قبول ہوگئی: اللھم احیینی سعیدا وامتنی شھیدا۔ اے اللہ زندگی سعادت کی دینا اور موت شہادت کی۔

صاحبزادہ عبدالحق ثانی

دارالعلوم کے شب و روز

جامعہ اشرفیہ لاہور کی طرف سے جامعہ حقانیہ میں سیلاب زدگان کیلئے امدادی کیمپ کا انعقاد

۲۳۔اکتوبر بروز اتوار کو بعد از ظہر جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک میں ملک کے ممتاز دینی مدرسہ جامعہ اشرفیہ لاہور اور اس کے مہتمم شیخ الحدیث حضرت مولانا فضل الرحیم اشرفی صاحب مدظلہ، نائب صدر وفاق المدارس العربیہ پاکستان کی جانب سے متاثرین سیلاب کیلئے خطیر رقم کی امداد ایک وفد کے ہمراہ بھیجی گئی، وفد میں حضرت مولانا زبیر حسن صاحب ،حضرت مولانا سعد صاحب، مولانا حافظ اویس حسن اور جامعہ اشرفیہ لاہور کے اساتذہ ،علما اور طلبا شامل تھے۔وفد کی سربراہی حضرت مولانا زبیر حسن صاحب فرما رہے تھے۔تقسیم سے قبل جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے عظیم زیرتعمیر مسجد شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ میں ایک تقریب کا انعقاد کیا گیا جس کی صدارت شیخ الحدیث حضرت مولانا انوار الحق صاحب مدظلہ نے فرمائی،مولانا حامد الحق حقانی صاحب نے نائب مہتمم جامعہ حقانیہ نے مہمانوں کو خوش آمدید کہا اور جامعہ اشرفیہ لاہور کی خدمات پر روشنی ڈالی، اسٹیج سیکرٹری کے فرائض مولانا سید محمد یوسف شاہ صاحب نے انجام دیئے۔معزز مہمانوں نے مختصر گفتگو کی اور بعد ازاں عم محترم حضرت مہتمم صاحب مدظلہ کے ہاتھوں امداد سامان تقسیم کیا گیا، دوران تقسیم جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کے اساتذہ حضرت مولانا سید محمد یوسف شاہ،حضرت مولانا لقمان الحق اور ناظمین جناب عالمگیرخان ،مولانا فیض السلام ،مولانا حزب اللہ جان صاحبان نے بھرپور معاونت کی، شرکا میں پشاور کے معروف سماجی شخصیت اور جامعہ حقانیہ کے شوریٰ کے رکن حاجی نور حبیب صاحب اور جناب الحاج طارق صاحب بھی موجود تھے، وفد کو حضرت مولانا حامد الحق حقانی اور مدیر ''الحق'' مولانا راشد الحق سمیع (تقریب کے میزبان و آرگنائزر) نے جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے مختلف شعبہ جات، نئی تعمیرات اور تخصصات کا دورہ بھی کیا۔

دارالعلوم کے سہ ماہی امتحانات کے نتائج اور پوزیشن ہولڈرز طلباء

جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے سہ ماہی امتحانات کے نتائج کا اعلان ۲۶ رستمبر بروز پیر کیا گیا اور دارالحدیث میں ایک پروقار تقریب منعقد کی گئی جس میں نمایاں پوزیشن لینے والے طلباء کو انعامات سے نوازا گیا۔تقریب میں حضرت مہتمم صاحب مدظلہ و نائب مہتمم مدظلہ اور دیگر اساتذہ ومشائخ شریک

ہوئے، نمایاں پوزیشن حاصل کرنے والے طلبا کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔

درجہ متوسطہ: محمد احمد بن سلطان الرحمٰن (اول)، محمد اللہ بن مولانا نصیب خان شہیدؒ (دوم)، منصور احمد بن علی احمد (سوم) درجہ اولیٰ: سعد الاسلام بن فیض الاسلام (اول)، عبدالحق بن ظفر الحق (دوم)، سیف الرحمٰن بن سلطان الرحمٰن (سوم) درجہ ثانیہ: سید عبیداللہ شاہ بن شہزاد علی شاہ (اول)، فہد خان بن ظہور خان (دوم)، کاظم شاہ بن مصطفیٰ خان (سوم) درجہ ثالثہ: یاسر محمد بن فاضل محمد (اول)، محمد قاسم بن مولانا مفتی مختار اللہ حقانی (دوم)، صبور احمد بن رید ولی شاہ (سوم) درجہ رابعہ: احمد علی بن صادق الرحمٰن (اول)، محمد سجاول بن محمد رفیق (دوم)، فتح اللہ بن عبدالرازق (سوم) درجہ خامسہ: اسماعیل بن گل بادشاہ (اول)، رضوان اللہ بن تاج ولی خان (دوم)، حسنین بشر بن خیر البشر (سوم) درجہ سادسہ: مہران اللہ بن شاد بلند (اول) ضیاء الحق بن مولانا عبدالحق (دوم)، محمد وقار علی بن گوہر علی (سوم) درجہ تکمیل: محمد سفیان بن مولانا مفتی ذاکر حسن نعمانی (اول) شبیر خان بن علی محمد خان (دوم)، ذاکر اللہ بن رحمت اللہ (سوم) درجہ موقوف علیہ (الف): حسنین بن زلیدار خان (اول) محمد عثمان یوسف بن طلاء محمد (دوم)، عبدالقیوم بن مولانا عبدالقادر (سوم)، درجہ موقوف علیہ (ب): عزیز الحق بن عبدالملک خان (اول)، شاہد جمیل بن بزرگ جمیل (دوم)، محمد زرین بن لائق شاہ (سوم) درجہ دورہ حدیث: افتخار احمد بن اقبال روان خان (اول)، عبداللہ بن عبدالودود (دوم)، سید سلیم شاہ بن سید رسول شاہ (سوم)، تخصص فی الفقہ (سال اول): محمد ثاقب بن سخی محمد (اول)، سہیل احمد بن صاحبزادہ (دوم)، ثناء اللہ بن محمد زبیر (سوم)، تخصص فی الدعوۃ والارشاد: یاسر خان بن محمد امین (اول)، داؤد علی شاہ بن صفت شاہ (دوم)، اظہار الحق بن نعمت افضل مرحوم (سوم) تخصص فی الحدیث: سعید اللہ بن گلا خان (اول)، سیف اللہ بن شیر افضل (دوم)، محمد نور بن گلا خان (سوم)، تخصص فی اللغۃ العربیہ: احسان اللہ بن دولت شاہ (اول)، اقبال شاہ بن عبدالقادر (دوم)، خان صاحب خان بن جہانزیب خان (سوم)

شعبہ ''تخصصات'' میں معزز مہمانوں کی آمد اور لیکچرز

۱۰/ اکتوبر کو ملک کے نامور جامعہ بنوریہ کراچی کے مہتمم حضرت مولانا مفتی نعمان نعیم صاحب جامعہ حقانیہ عم محترم حضرت مولانا راشد الحق صاحب کی دعوت پر تشریف لائے انہوں نے شعبہ تخصصات اور دار العلوم کی نئی عمارات کا دورہ کیا۔ اور عم محترم سے ان کے دفتر میں تفصیلی ملاقات کی۔

اسی طرح معروف مذہبی سکالر، مصنف، محقق، ماہر نظام تعلیم، مجلّہ ''البرہان'' کے مدیر اعلیٰ اور

ملی مجلس شرعی کے سیکرٹری جنرل اور اتحاد امت کے علمبرداراورداعی جناب ڈاکٹر محمد امین صاحب دارالعلوم تشریف لائے اورآپ نے شعبہ تخصص میں فکر انگیز لیکچر دیا،آپ کے ہمراہ جامعہ ابوہریرہ کے مہتمم، ماہنامہ ''القاسم'' کے مدیراعلی اور جامعہ حقانیہ کے تخصصات کے استاد حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی ،مجلس شرعی کے رکن پروفیسر زاہد اقبال ،'' الاصلاح سنٹر'' مردان کے چیرمین جناب عنایت الرحمٰن صاحب بھی ان کے ہمراہ تھے۔اسی طرح ممتاز ماہر تعلیم حضرت مولانا حسین احمد صاحب (ناظم اعلیٰ وفاق المدارس العربیہ خیبر پختونخوا،استاذ الحدیث وناظم تعلیمات جامعہ عثمانیہ پشاور) پچھلے دنوں جامعہ دارالعلوم حقانیہ تشریف لائے۔آپ نے مدیراعلیٰ ماہنامہ ''الحق'' ونگران شعبہ تخصصات مولانا راشدالحق سمیع سے ان کے دفتر میں تفصیلی ملاقات کی اور اہم تعلیمی امور پر تبادلہ خیال فرمایا،بعد ازاں انہیں دارالعلوم کے مختلف شعبہ جات کا دورہ کرایا گیا اور شعبہ تخصصات کی درسگاہ میں مولانا حبیب اللہ قاسمی صاحب کی موجودگی میں ''تخصص فی الحدیث'' کی درسگاہ میں شرکاء کوعلمی محاضرہ (لیکچر) دیا۔اس کے علاوہ ممتاز عالم دین شیخ الحدیث حضرت مولانا سجاد الحجابی صاحب بھی دارالعلوم تشریف لائے اورمولانا راشدالحق سمیع صاحب سے ان کی رہائشگاہ پر تفصیلی ملاقات کی اور شعبہ تخصصات اور ''مؤتمر المصنفین '' کی آنے والی نئی مطبوعات کے حوالے سے تبادلہ خیال کیا، یاد رہے کہ مولانا سجاد الحجابی صاحب کا دارالعلوم میں ہفتہ وار ''درس علم الکلام'' کا سلسلہ بھی زوروشور سے جاری ہے۔جامعۃ الرشید کراچی کے مفتی واستاد اور درجنوں کتاب کے مصنف حضرت مولانا احسان اللہ شائق اور استادمولانا حمزہ صاحبان تشریف لائے اورانہوں نے بھی شعبہ تخصص میں لیکچر دیا۔☆ ۲۳ر اکتوبر کو جامعہ تحسین القرآن حکیم آباد کے مہتمم حضرت مولانا قاری محمد عمرعلی صاحب سفرحرمین شریفین پر جانے سے قبل جامعہ دارالعلوم حقانیہ تشریف لائے اور حضرت مہتمم صاحب مدظلہ اورعم مکرم مولانا راشدالحق سمیع سے ملاقات کی اور شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ اور شہید اسلام مولانا سمیع الحقؒ کی قبور پر فاتحہ خوانی کی ۔

علم و کتاب دوست حضرت مولانا قاری محمد عبداللہ بنوں (سابق سینیٹرو سابق مدرس جامعہ حقانیہ) بھی پچھلے دنوں دارالعلوم حقانیہ تشریف لائے اور مدیر''الحق'' مولانا راشدالحق سمیع صاحب سے ان کے دفتر میں ملاقات کی۔اس علمی و ادبی مجلس میں حضرت شہیدؒ کی ''تفسیر لاہوری'' سے متعلق طویل گفتگو ہوئی،ان کے ہمراہ ان کے صاحبزادگان مولانا عطاء اللہ شاہ،مولانا امداد اللہ اور ناظم جامعہ تحسین القرآن مولانا انعام الرحمٰن شانگلوی تھے۔

۵۔۶ اکتوبر کو مری میں دوروزہ ورکشاپ ''مسلح تصادم اور تشدد کے حالت میں قدرتی ماحول کا تحفظ

اور اسلامی صحافت کا کردار'' کے حوالے سے انعقاد کیا گیا جس میں ''الحق'' کے نائب مدیر مولانا سید حبیب اللہ شاہ حقانی صاحب نے دارالعلوم حقانیہ کی نمائندگی کی،اس ورکشاپ میں ملک کے ممتاز رسائل وجرائد کے ۲۲ مدیران نے شرکت کی ۔

حضرت مہتمم صاحب کی مصروفیات

گزشتہ ماہ حضرت مولانا انوار الحق صاحب مدظلہ مہتمم جامعہ دارالعلوم حقانیہ ڈینگی بخار میں مبتلا ہوئے جس کی وجہ سے جامعہ حقانیہ کی مصروفیات بھی پہلی بار تقریباً ہفتہ تک معطل رہیں حالانکہ حضرت مہتمم صاحب درس سے ایک لحظہ بھی ناغہ نہیں فرماتے ، اس دوران ملک بھر سے فضلاء،تلامذہ متعلقین واحباب مسلسل تشریف لاتے رہے ، بیرون ملک سے بھی احباب ٹیلیفون پر بیمار پرسی کرتے رہے، اللہ تعالیٰ تمام محبین کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

۱۴رستمبر: جامعہ حلیمیہ درہ پیزو لکی مروت کے مہتمم حضرت مولانا عبدالغنی شاہ صاحب حضرت مہتمم صاحب مدظلہ کی تیمارداری کے لئے جامعہ تشریف لائے اور ملاقات کی ۔☆ ۱۵رستمبر: آئے روز جامعہ کی زیارت کے لئے تبلیغی حضرات اور جماعتیں جامعہ تشریف لاتی ہیں اس مرتبہ بھی صوبہ سندھ کے ضلع سکھر سے آئے ہوئے سال کی تبلیغی جماعت کا وفد دارالعلوم تشریف لایااور حضرت مہتمم سے ملاقات کی۔حضرت مہتمم صاحب مدظلہ نے نصائح اوردعاؤں سے رخصت فرمایا۔☆ ۱۷رستمبر: کراچی سے علمائے کرام کے وفد جو بسلسلہ امداد وسیلاب زدگان کے لئے آئے تھے حضرت مہتمم صاحب سے ملاقات کی ۔☆ ۱۸رستمبر: شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریاؒ کے خلیفہ مجاز مولانا اسعد مکی صاحب ،مفتی سلمان صاحب پروگرام انٹرنیشنل ختم نبوت کانفرنس کی دعوت اور کامیابی کی دعا کی غرض سے حضرت مہتمم صاحب مدظلہ سے ملاقات کی۔☆ ۱۹رستمبر: جامعہ ہذا کی شعبہ حفظ القرآن ''دارالحفظ'' کی کلاسوں کا معائنہ کیااور دارالحفظ میں تعمیراتی کاموں کا جائزہ لیا۔ ☆ ۲۰رستمبر: ماہنامہ ''البرہان'' کے مدیراعلیٰ مجلس شرعی کی سیکرٹری جنرل ڈاکٹر محمد امین صاحب حضرت مہتمم صاحب مدظلہ سے ملاقات کے لئے تشریف لائے ۔☆ ۲۱رستمبر: فلپائن کی تبلیغی جماعت کے ساتھی جن میں علماء کرام تھے درس حدیث میں شریک ہوئے اوران کے طلب پر حضرت مہتمم صاحب نے اجازت حدیث بھی عطا فرمائی اور شعبہ تبلیغ کی اہمیت پر چند نصائح ارشاد فرمائے اور دعا فرمائی۔☆ ۲۲رستمبر: ڈاکٹر مفتی نور اللہ خالد صاحب ،صدر اسلامک فقہ اکیڈمی پاکستان نے بمعہ وفد دارالعلوم کا دورہ کیا اور حضرت مہتمم صاحب سے ملاقات کی ۔☆ ۲۳رستمبر: سعودی عربیہ کے ۹۲ویں قومی دن کے موقع پر منعقد تقریب الیوم الوطنی اسلام آباد میں

حضرت مہتمم صاحب نے شرکت کی اور سعودی سفیر سے ملاقات کی، آپکے ہمراہ صاحبزادہ مولانا سلمان الحق بھی تھے۔☆ ۲۶ ستمبر: کرغزستان کے علمائے کرام کے وفد نے حضرت مہتمم صاحب سے ملاقات کی اور اپنے ملک کے تعلیمی حالات سے انہیں آگاہ کیا، اس موقع پر حضرت مہتمم صاحب نے ان کو اپنے نظام تعلیم کے بارے میں بھی قیمتی ارشادات سے نوازا۔☆ ۶/اکتوبر: ضلع کرک کے مولانا مقصود گل اور انکے ساتھیوں نے حضرت مہتمم صاحب سے ملاقات کی ☆ ۸/اکتوبر: حضرت مہتمم صاحب جامعہ اشرفیہ لاہور تشریف لے گئے جہاں مولانا فضل الرحیم اشرفی مدظلہ کی زیرصدارت ایک بہت عظیم الشان جلسہ دستار بندی سے خطاب فرمایا جسمیں کثیر تعداد میں علماء کرام اور عوام الناس بھی شامل تھے۔

۱۰/اکتوبر: جامعہ بنوریہ سائٹ کراچی کے مہتمم حضرت مولانا مفتی نعمان نعیم صاحب جامعہ حقانیہ تشریف لائے اور حضرت مہتمم صاحب سے تفصیلی ملاقات فرمائی، ملاقات میں حضرت مہتمم صاحب نے ان کے والد گرامی حضرت مولانا مفتی محمد نعیمؒ کے کردار وخدمات پر کافی روشنی ڈالی اور انکے فرزندان کو دعائیں دی ☆ ۱۱/اکتوبر: جامعہ حقانیہ کے قدیم فضلاء جو مختلف جامعات میں شیوخ الحدیث ہیں، جس میں مولانا عبدالعزیز صاحب، مولانا عبدالحق صاحب، مولوی محمد لعل صاحب ملاقات کیلئے تشریف لائے اور حضرت مہتمم صاحب سے ملاقات کی، اسی روز مفتی غیاث الدین صاحب (نگران دارالافتاء جامعہ دارالعلوم یاسین القرآن نارتھ کراچی) نے حضرت مہتمم صاحب سے ملاقات کی۔

۱۵/اکتوبر: اُردن سے آئے ہوئے تبلیغی جماعت نے حضرت مہتمم صاحب سے ملاقات کی اور دعا فرمائی۔

حضرت نائب مہتمم صاحب کی مصروفیات

۱۸/ستمبر: والد محترم حضرت مولانا حامد الحق حقانی (امیر جمعیت علمائے اسلام، نائب مہتمم جامعہ حقانیہ) نوشہرہ کنٹونمنٹ بورڈ میں تاجر برادری کی جانب سے منعقدہ احتجاجی دھرنے میں شرکت اور خطاب فرمایا۔

چار روزہ دورہ کراچی

۱۹/ستمبر کو والد محترم حضرت مولانا حامد الحق حقانی صاحب ۴ روزہ (۱۹ستمبر تا ۲۲ستمبر) کے دورہ پر کراچی تشریف لے گئے۔ جہاں پر انہوں نے اسلامی نظریاتی کونسل کے اشتراک سے منعقدہ ایک کانفرنس میں شرکت اور خطاب فرمایا۔ علاوہ ازیں مولانا حامد الحق حقانی مدظلہ نے جمعیت علمائے اسلام صوبہ سندھ کے صوبائی اجلاس میں بطور مہمان خصوصی شرکت کی اور خطاب فرمایا۔☆ ملک کی معروف دینی درسگاہ جامعہ بنوری ٹاؤن میں جامعہ کے مہتمم و نائب مہتمم صاحبان کے علاوہ دیگر اساتذہ ومشائخ سے ملاقاتیں کیں، دریں اثناء جامعہ صفہ کراچی میں دورہ حدیث کے طلباء سے خطاب فرمایا اور جامعہ کے مہتمم و نائب مہتمم

صاحبان سے ملاقاتیں کیں۔☆ جامعہ احسن العلوم کراچی میں مولانا مفتی زرولی خانؒ کے جانشین مولانا انور شاہ صاحب مہتمم جامعہ کی خیریت دریافت کی اور جامعہ کے طلباء سے ملاقات کی، دورہ کراچی میں مولانا سید محمد یوسف شاہ صاحب ودیگر ہمراہ تھے۔☆ ۲۷رستمبر: اسلامی نظریاتی کونسل کے اہم اجلاس میں شرکت کیلئے اسلام آباد تشریف لے گئے، اجلاس میں متفقہ طور پر ''ٹرانس جینڈر بل'' کومسترد کیا گیا۔

۲۹رستمبر: کنونشن سنٹر اسلام آباد میں ''تحفظ ناموس رسالت کانفرنس'' میں شرکت کی۔

۲را کتوبر: مولانا حامد الحق حقانی صاحب ایک روزہ دورہ پر راولپنڈی تشریف لے گئے جہاں جمعیت علمائے اسلام کے مرکزی قائدین کے اہم اجلاس کی صدارت کی۔☆ ۱۰را کتوبر: جامعہ بنوریہ عالمیہ کے مہتمم مولانا محمد نعمان نعیم صاحب نے والد محترم سے ملاقات کی۔☆ ۱۲را کتوبر کو ساؤتھ افریقہ سے آئے ہوئے تبلیغی جماعت کے علماء نے حضرت مولانا حامد الحق حقانی صاحب مدظلہ سے ان کے دفتر میں ملاقات کی، اسی طرح برطانیہ سے آئے تبلیغی وفد نے بھی ملاقات کی۔

۲۲را کتوبر: چھوٹی ہمشیرہ دختر مولانا حامد الحق حقانی صاحب مدظلہ کا عقد مسنونہ ہمارے پھوپھی زاد بھائی انجینئر فضل معبود بن عبدالرب خان سے بفضلہٖ تعالیٰ انجام پایا، شادی کی مختصر تقریب میں خاندان حقانی کے علاوہ جامعہ کے اساتذہ ومتعلقین نے شرکت کی۔

جامعہ دارالعلوم حقانیہ کا اعزاز

وزارت مذہبی امور وبین المذاہب ہم آہنگی حکومت پاکستان ہر سال کسی نہ کسی اہم موضوع پر پاکستانی سکالرز کے درمیان مقالات سیرت کا مقابلہ کراتی ہے۔امسال بھی معاشرے کی اخلاقیات، اصلاح اور تربیت: سیرت نبویؐ کی روشنی میں، کے موضوع پر مقابلہ کرایا گیا جس میں پانچ صوبوں سمیت وفاق اور کشمیر کے سکالرز، جامعات کے اساتذہ اور علوم اسلامیہ کے محققین نے حصہ لیا۔ مقالات سیرت کے اس مقابلے میں جامعہ حقانیہ کے فاضل، موتمر المصنفین و''الحق'' کے رفیق ڈاکٹر مولانا سعید الحق جدون حقانی نے بھی حصہ لیا اور ایک اچھا ریسرچ پیپر لکھ کر وزارت مذہبی امور میں جمع کروایا، ماہرین کی مارکنگ اور ایپکس کمیٹی کے فائنل ریمارکس کے بعد موصوف کو قومی سطح پر پہلی پوزیشن ملی اور سال ۲۰۲۲ کے صدارتی ایوارڈ کا مستحق قرار دیا گیا۔ جامعہ حقانیہ کے لئے اعزاز کی بات ہے کہ اس کے ایک ہونہار فاضل نے قومی سطح پر مقابلہ میں پہلی پوزیشن حاصل کی۔ اس پر مسرت موقع پر ہم ڈاکٹر مولانا سعید الحق جدون حقانی کو اس کامیابی پر مبارکباد پیش کرتے ہیں۔

مولانا محمد اسلام حقانی
نائب مدیر ماہنامہ ''الحق''

تعارف وتبصرہ کتب

- **حضرت مفتی محمد نعیمؒ** (شخصیت، سوانح، حالات وخدمات) زیر اہتمام: مولانا نعمان نعیم

مرتبین: مولانا عزیز الرحمٰن عظیمی، مولانا جہاں یعقوب......ضخامت:۵۹۱ صفحات......ناشر: جامعہ بنوریہ العالمیہ کراچی

علمی اور روحانی شخصیات پر تذکرہ اور سوانح لکھنے کی روایت زمانہ قدیم سے چلی آ رہی ہے، ایسی شخصیات کے علوم و معارف، احوال و کوائف اور ان کے نقوش زندگی کو نئی نسل تک پہنچانے کیلئے اہل وعلم وقلم ان کے تذکروں کو مرتب کرتے ہیں، ان سوانحی نقوش کو لکھنے کا مقصد نسل نو کو ان کی نقوش پا پر چلنے کی ایک گونہ تلقین ہوتی ہے اور انسانی زندگی کی اصلاح کیلئے ایسے تذکرے مشعلِ راہ کی حیثیت رکھتے ہیں، اللہ تعالیٰ اپنے دین کی اشاعت وحفاظت کیلئے جس طبقے کا انتخاب فرمایا ہے وہ یہی علمی وروحانی شخصیات ہیں، اس طبقہ کی ایک روشن تاریخ اور اجلا کردار ہے جو سب پر عیاں ہے، الٰہی انتخاب کے اس سلسلۃ الذہب کی ایک کڑی جامعہ بنوریہ کے مہتمم و مدرس حضرت مولانا مفتی محمد نعیمؒ کی ہشت پہلو شخصیت بھی تھی، آپ کی ساری زندگی دین اسلام کی نشر وشاعت کیلئے وقف تھی، آپ کے گراں قدر علمی خدمات اور سماجی جدوجہد لائق تحسین و لائق تقلید ہے، آپ ایک جامع الصفات و الکمالات شخصیت کے مالک تھے جس کی پوری دنیا معترف ہے، آپ کی وفات سے عالم اسلام کو گہرا صدمہ پہنچا، آپ کی جدائی کے بعد اہل علم وقلم نے ان کی خدمات کو خراج تحسین وعقیدت پیش کرنے کیلئے ،مختلف رسائل اور اخبارات میں مضامین لکھے جس کو بعد میں آپ کے لائق و فائق فرزند اور علمی جانشین حضرت مولانا نعمان نعیم صاحب کی نگرانی میں مولانا عزیز الرحمٰن عظیمی اور مولانا جہاں یعقوب صاحبان نے جمع ومرتب کرکے ایک حسین گلدستہ کی شکل میں قارئین واہل علم کے سامنے پیش کیا، یقیناً یہ قابل صد تحسین کوشش اور کاوش ہے۔

زیر تبصرہ کتاب حضرت مفتی محمد نعیمؒ (شخصیت، سوانح، حالات و خدمات) میں اہل علم وقلم ،اکابر ومشائخ نے آپ کی حیات وخدمات کے مختلف پہلوؤں پر سیر حاصل روشنی ڈالی ہے اور آپ کی خدمات گرانمایہ کو اجاگر کیا ہے، اس قیمتی دستاویز کو نہایت سلیقے کے ساتھ مرتب کیا گیا ہے، کتاب

دیکھنے کے بعد مرتبین اور حضرت مولانا نعمان نعیم کے اعلیٰ علمی ذوق کا اندازہ ہوجاتا ہے، دس ابواب پر مشتمل اس مجموعہ کے تمام مضامین متنوع اور عمدہ ہیں، مجموعی اعتبار سے کتاب لائق تعریف و قابل تحسین ہے اور حضرت مفتی صاحبؒ کی حیات و خدمات کے جملہ پہلوؤں پر محیط ہے، ٹائٹل دیدہ زیب ہے اوراق اور جلد بندی بھی بہت معیاری ہے، اللہ اسے شرف قبولیت سے نوازے (آمین)

- **آسان اصول حدیث** مؤلف: مولانا خالد سیف اللہ رحمانی

ضخامت:۸۴صفحات قیمت:۱۴۰روپے ناشر:زمزم پبلشرز، اردو بازار، کراچی، 0309 8204773

اصول حدیث سے متعلق سلفاً و خلفاً بہت سارے علماء نے کتابیں لکھی ہیں اور اب بھی یہ سلسلہ جاری ہے، علم اصول حدیث وہ علم ہے جس میں راوی اور مروی کی اس طرح جانچ کی جائے کہ قابل قبول اور قابل تردید کی معرفت حاصل ہوجائے، ہمارے مدارس میں علامہ ابن حجرعسقلانیؒ کی کتاب نخبة الفکر اوراس کی شرح نزھة النظر پڑھائی جاتی ہیں لیکن اس سے قبل اصول حدیث کی کوئی اور کتاب نہیں پڑھائی جاتی، اس کمی کو پورا کرنے کے لئے حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب مدظلہ نے آسان اصول حدیث لکھ کر طلبائے علوم حدیث پر احسان فرمایا ہے۔ اس کتاب میں مصطلحات اصول حدیث کو نہایت آسان اور عام فہم انداز میں مع مثالوں کے بیان کیا گیا ہے اور آسان اصول فقہ کی طرح اس میں بھی تمرینی سوالات کا اضافہ کیا گیا ہے۔ کتاب کو زمزم پبلشرز نے اعلیٰ کاغذ پر دورنگ میں شائع کی ہے۔ (مبصر: مولانا سید حبیب اللہ شاہ حقانی)

- **آسان اصول فقہ** مؤلف: مولانا خالد سیف اللہ رحمانی

ضخامت:۱۰۰صفحات ناشر:زم زم پبلشرز، اردو بازار، کراچی، 0309 8204773

حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب برصغیر پاک و ہند کے ممتاز عالم دین ہونے کے ساتھ ساتھ درجنوں کتابوں کے مصنف بھی ہیں۔ ان کی اکثر کتابیں علمی اور تحقیقی ہوتی ہیں جس سے نہ صرف طلباء بلکہ علماء و محققین بھی مستفید ہوتے رہتے ہیں۔

زیرتبصرہ کتاب ''آسان اصول فقہ'' کتاب آپ نے دینی مدارس کے ابتدائی طلباء کے لئے تالیف فرمائی ہے جوکہ ہندوستان کے وفاق المدارس بہار کے نصاب بھی شامل ہے۔ مؤلف موصوف نے اس کتاب کو نہایت آسان اور سہل انداز میں تیار کی ہے، یہ کتاب دروس کے حساب سے مرتب کی گئی ہے اور ہر درس کے آخر میں تمرینی سوالات بھی دیئے گئے ہیں جس سے سبق بآسانی سمجھ میں

آ جاتا ہے۔احباب زمزم پبلشرز مبارکباد کے مستحق ہیں کہ اس طرح کے علمی جواہر منظر عام پر لاتے رہتے ہیں اوراسے پوری دنیا میں متعارف بھی کراتے ہیں۔(مبصر: مولانا سید حبیب اللہ شاہ حقانی)

● هداية الداراری فی دروس صحيح البخاری درسی افادات: مولانا فضل الرحمٰن اعظمی

جمع وترتیب: ابوعبداللہ محمد ابن اسماعیل بھیکھا،عتیق الرحمٰن اعظمی ضخامت: ۵۲۸ صفحات ناشر: زم زم پبلشرز، کراچی

شیخ الحدیث حضرت مولانا فضل الرحمٰن اعظمی صاحب، محدث کبیر حضرت علامہ حبیب الرحمٰن اعظمی کے تلمیذ اور دارالعلوم آزاد ول جنوبی افریقہ کے شیخ الحدیث ہیں، اللہ تعالیٰ دیارِ غیر میں آپ سے بہت بڑی علمی و دینی خدمت لے رہے ہیں، سینکڑوں تعداد میں تلامذہ اور بیسیوں تصانیف ورسائل جن میں سیرت امام ابوحنیفہؒ، ہدایۃ الدراری، تذکرہ صاحب ہدایہ وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

زیرتبصرہ کتاب هداية الداراری فی دروس صحيح البخاری موصوف کے درسی افادات ہیں جسے آپ کے فرزند مولانا عتیق الرحمٰن اعظمی اور شاگرد مولانا محمد ابن اسماعیل بھیکھا نے جمع کیا ہے اور کتابی شکل دے کر حدیث کے طلبا پر احسان کیا ہے۔ کتاب میں صاحب دروس مولانا فضل الرحمٰن اعظمی کے مختصر حالات ،مبادیات علم حدیث،خلاصہ نصرۃ الحدیث ،احکام حدیث کی شرح میں علامہ کشمیری کا ذوق، بخاری شریف میں مذکور حنفی روات ،ثلاثیات ، قال بعض الناس علمائے دیوبند کا دینی مزاج اور شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے سفرحرمین کی مستندترین تفصیلی روداد جیسے عنوانات اورتفصیلات پر مشتمل ہے، کتاب کواحباب زمزم پبلشرز نے شائع کیا ہے، کاغذ اور چھپائی مناسب ہے۔(مبصر: مولانا حبیب اللہ حقانی)

● خواجہ محمد خان اسد حضرویؒ کے نام ڈاکٹر سفیر اختر کے مکاتیب تالیف: راشد علی زئیؒ

ضخامت: ۱۳۷ صفحات ناشر: اسد اکیڈمی میرا کتب خانہ محلہ محمد عظیم خان حضرو اٹک

مشاہیر کے خطوط اور مکاتیب نجی ، معاشرتی ، سیاسی اور مذہبی تاریخ کی تفہیم میں ممد و معاون کی حیثیت رکھتی ہیں، اس کی اہمیت کے پیش نظر ہر دور میں اہل علم و ذوق نے مشاہیر کے خطوط کو محفوظ کر کے جمع اور ترتیب کا اہتمام کیا ہے اور اس پر تعلیقات اور حواشی اور دیگر اہم معلومات لکھ کر مرتب کئے اور افادہ عام کیلئے شائع کئے ہیں، مشاہیر کے خطوط کے مجموعے کثیر تعداد میں موجود ہیں، اسی طرح خطوط کے جمع وترتیب کا یہ سلسلہ تاہنوز بڑی آب وتاب کے ساتھ جاری ہے۔

زیرتبصرہ کتاب ''خواجہ محمد خان اسد حضرویؒ کے نام ڈاکٹر سفیر اختر کے مکاتیب'' بھی اس سلسلے کی ایک حسین اور اہم کڑی ہے، یہ ایک نامور علم دوست شخصیت، علمی و ادبی دنیا کے معروف و

مشہور محقق، نقاد اور مبصر جناب ڈاکٹر سفیر اختر کے خطوط ہیں، ڈاکٹر سفیر اختر کی کتاب اور کتب خانہ سے والہانہ لگاؤ، کتاب دوستی اور کتاب پر گہری نظر اہل علم سے مخفی نہیں، موصوف اس وقت پاکستان کے معروف مجلّہ ''نقطہ نظر'' اسلام آباد کے مدیر ہیں (جو کتابوں پر تبصروں کے لئے مشہور مجلّہ ہے) ڈاکٹر صاحب نے یہ خطوط ضلع اٹک کے معروف علم دوست شخصیت خواجہ محمد خان اسد حضرویؒ کے نام لکھے ہیں، آپ مرتب کتاب جناب راشد علی زئیؒ کے والد محترم تھے، حضرو اٹک میں انہوں نے ایک قیمتی کتب خانہ قائم کیا جس میں نایاب، نادر کتب اور رسائل کا کافی ذخیرہ موجود ہے، ڈاکٹر سفیر اختر کے خطوط میں بھی کتاب اور رسالے کی بحث کثرت سے دیکھنے کو ملتی ہے، وہاں انہوں نے جو اپنی علمی پیاس بجھائی ہے اسی کا تذکرہ ہے، اس کے علاوہ آپ کے خطوط میں کوئی نہ کوئی علمی مسئلہ زیر بحث آیا ہے یا پھر علمی سوالات اور کتابی معلومات ہیں، مکتوب نگار بھی علمی شخصیت، مکتوب الیہ بھی علم وکتاب کے شیدائی اور محقق، کتاب دوست و متعدد صلاحیتیوں کے حامل جناب راشد علی زئی مرحوم تھے، جنہوں نے اس کو نہایت سلیقے سے مرتب کیا تھا جو آپ کے حسن ترتیب کا آئینہ دار ہے، انہوں نے اس پر مفید حواشی اور تعلیقات ثبت کر کے اس کے حسن کو دوبالا کر دیا ہے، ایک سو نو خطوط پر مشتمل یہ گلدستہ اہل علم وذوق کیلئے قیمتی سوغات سے کم نہیں، یہ مجموعہ بہت سارے علمی وکتابی معلومات کا گنجینہ ہے۔

- **صحابہ کرامؓ پاکستان میں** مؤلف: مولانا ڈاکٹر ضیاء اللہ جدون حقانی

ضخامت: ۳۶۸ صفحات ناشر: مکتبہ عزیزیہ سلام کتب مارکیٹ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی: 0314 5071884

صحابہ کرامؓ دین کی بنیاد اور دین کے اولین مبلغین ہیں، انہوں نے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے دین حاصل کیا اور ہم تک پہنچایا، اللہ نے انہیں دین کی اشاعت کیلئے چنا تھا، ان جانثاروں نے دنیا کے مختلف خطوں میں دین اسلام کی اشاعت وتبلیغ کے لئے سفر کیا اور دنیا کے ہر خطے میں انہیں کے جدو جہد کی بدولت دین اسلام کی خوشبو مہکنے لگی، یوں پاکستان کی سرزمین بھی صحابہ کرامؓ کی قدم بوسی سے محظوظ اور منور ہوئی، اس موضوع پر اہل علم وتاریخ نے جابجا اپنی کتابوں میں بحث کی ہے، تاہم اردو میں ایک مستقل کتاب لکھنے کی ضرورت عرصہ سے محسوس کی جارہی تھی تاکہ پاکستان میں وارد صحابہ کرامؓ کی سنہری تاریخ نئی نسل کے سامنے آجائے، خوش قسمتی سے اس اہم موضوع پر لکھنے کا سہرا جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کے لائق فائق فاضل مولانا ضیاء اللہ جدون حقانی کے سر سجا، انہوں نے نہایت جانفشانی، عرقریزی، محنت اور لگن کے ساتھ اس اہم، منتشر اور بکھری تاریخ کو یکجا کرنے کی

کوشش کی اور بنیادی ماخذ تک رسائی کے لئے ملک کے مختلف لائبریریوں اور خطوں کا سفر کیا اور ایک اہم کتاب مرتب کی۔

زیر تبصرہ کتاب ''صحابہ کرامؓ پاکستان میں'' میں آپ درج ذیل سوالات کے جوابات ملاحظہ کر سکتے ہیں کہ پاکستان میں صحابہ کرامؓ میں کون؟ کب؟ کیسے؟ اور کہاں کہاں تشریف لائے؟ انہوں نے کون سے علاقے فتح کئے؟ ان میں کون کون، کہاں کہاں، کب اور کیسے شہید ہوئے؟ تین ابواب اور تقریباً ۲۳ صحابہ کرامؓ کے پاکستان آمد کی تاریخ پر مشتمل یہ تاریخی دستاویز یقیناً اپنے موضوع پر ایک اچھی کاوش ہے، ہر عام و خاص اس کاوش سے استفادہ کرسکتا ہے، اس موضوع پر اگر دیگر اہل علم مزید کام کرنا چاہتے ہیں تو اس کی بھی گنجائش ہے اور مزید کام کرنے والوں کو اس کتاب سے مدد مل سکتی ہے۔

● **رختِ سفر (تاریخی کہانیاں)** مصنف: مولانا محمد حذیفہ رفیق

ضخامت: ۲۱۲ صفحات ناشر: زم زم پبلشرز، اردو بازار، کراچی

اسلاف امت اور مردان خدا کے سچے واقعات اور قصص اپنے اندر مسلماناں امت کے لئے حیات نو کا پیغام اور تجدید عہد کا ساماں رکھتے ہیں، اسلاف امت کے زہد و تقوی، غیرت و حمیت دینی پر مشتمل واقعات سے تاریخ کی کتابیں بھری پڑی ہے، ہر زبان میں ایسے واقعات پر مشتمل کتابیں منظر عام پر آ چکی ہیں اور تاہنوز یہ سلسلہ جاری ہے۔

زیر تبصرہ کتاب ''رخت سفر'' بھی اس سلسلے کی ایک کڑی ہے جسے مولانا حذیفہ رفیق نے مرتب کیا ہے، اس کتاب میں مؤلف موصوف نے بڑی جامعیت اور خوبصورتی سے مختلف زبانوں کی کتابوں سے بکھرے ہوئے تاریخی واقعات کو عام فہم زبان اور سہل انداز کی صورت میں پیش کیا ہے اور نہایت شگفتگی کے ساتھ حالات کی منظر کشی کر کے اس کو ایک مختصر مگر جامع مجموعہ میں سمو دیا ہے، جس میں قارئین کیلئے اسلاف امت کی زندگی اور تاریخ کے علاوہ معلومات اور دلچسپی کا سامان بھی ہے، حواشی کے اندر جغرافیائی حدود کی نشاندہی کے لئے نقشے بھی دیئے ہیں، ہر کہانی میں کہیں سبق آموز جملے، کہیں مرکزی خیال کے فقرے نمایاں کئے گئے ہیں، کہیں تاریخی جملوں کو عربی میں نقل کیا ہے، اٹھارہ کہانیوں پر مشتمل یہ کتاب ظاہری اور باطنی ہر دو اعتبار سے ایک قیمتی سوغات اور انمول تحفہ ہے، عامۃ الناس، خواص اور بچے یکساں طور پر اس سے استفادہ کر سکتے ہیں، ناشر کتاب نے اعلیٰ اور حسن طباعت کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس کتاب کی خوبصورتی کو دوبالا کر دیا ہے۔

● **فتنوں سے بچاؤ کے لئے مجرب دعائیں** مرتب: مولانا محمد عبدالمنان حقانی

ضخامت: ۱۱۸ صفحات قیمت: ۱۰۰ روپے برائے رابطہ: 0306 3850205

دورِ حاضر فتنوں کا دور ہے، آئے دن نت نئے فتنے رونما ہوتے ہیں، پیغمبر اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو فتنوں سے بچاؤ کے لئے مسنون دعائیں سکھائی ہیں، بعض اکابر و مشائخ نے بھی قرآنی آیات اور مسنون دعاؤں کے ذریعے اس کو حصار بنانے کا معمول بنایا ہے، مولانا شیخ محمد عبدالمنان حقانی زیدمجدہ بزرگ عالم دین اور جامعہ حقانیہ کے قدیم فاضل ہیں، انہوں نے ان مجربات کو کتابی شکل میں مرتب کر کے عامۃ الناس کے فائدے کے لئے شائع کیا۔

زیرنظر تبصرہ کتاب میں مختلف لاعلاج امراض، سحر وجادو، حادثات سے بچاؤ اور دیگر مجرب دعاؤں، وظیفوں، تعویذات، خطبات جمعہ وعیدین اور طریقت کے اشجار کو ایک اچھے انداز میں پرویا گیا ہے، اللہ تعالیٰ اس کتاب کو مصنف کے لئے اخروی نجات اور قارئین ومجیز ین کے لئے فتنوں سے بچاؤ کا ذریعہ بنائے (آمین) (مبصر: مولانا سید حبیب اللہ شاہ حقانی)

● **زبان کی تباہ کاریاں** مؤلف: مولانا مفتی غفران الدین

ضخامت: ۳۰۹ صفحات ناشر: دارالعلوم زکریا چورلکی چوک کوہاٹ رابطہ نمبر: 0342 3943562

جس طرح زبان اللہ تعالی ایک بہت بڑی نعمت ہے اسی طرح زبان کی آفتین اور جرائم بھی بہت بڑے اور عظیم ہیں، اس کی وجہ سے انسان بہت سارے دنیوی اور آخروی مصائب میں پھنس جاتا ہے، دنیا اور آخرت کے فوائد اور نقصانات میں زبان کی حرکت کا کافی عمل دخل ہے، اس لئے اسلامی تعلیمات نے زبان کی استعمال کیلئے کچھ حدود متعین کی ہے اور اس کی حفاظت کو ایمان کا ایک شعبہ قرار دیا ہے، زبان کی حفاظت کے حوالے سے قرآن وحدیث میں بے شمار فرمودات سے اس کی حفاظت کی اہمیت کا اندازہ ہو جاتا ہے، اس پر اہل علم خاص کر اہل تصوف نے اپنی کتابوں میں مستقل ابواب قائم کئے ہیں اور بعض اہل علم نے اس پر مستقل کتابیں بھی لکھی ہیں۔

زیر تبصرہ کتاب زبان کی تباہ کاریاں بھی اس سلسلے کی ایک کڑی ہے جس کو دار العلوم زکریا کوہاٹ کے مہتمم و مدرس مولانا مفتی غفران الدین نے مرتب کیا ہے، اس مجموعہ میں مؤلف موصوف نے زبان کی تباہ کاریوں سے متعلق جملہ مباحث پر سیر حاصل روشنی ڈالی ہے، بارہ ابواب پر مشتمل یہ کتاب اپنے موضوع پر ایک حسین گلدستہ وتحفہ ہے۔